اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن و سنّت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر دارالعلوم ۔ ۴

فون نمبر رہائش ۔ ۲

جلد نمبر : ۱۸

شمارہ نمبر : ۷

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

اپریل ۱۹۸۳ء

— مدیر : سمیع الحق —

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ ۳۰/ روپے — فی پرچہ ۳/ روپے

بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ — ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

•

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ

نقشِ آغاز

نظامِ عشر اور شیعہ سنی تفریق

نظام زکوٰۃ کے بعد اب حکومت اگلے ماہ سے عشر آرڈیننس پر عمل پیرا ہو رہی ہے۔ عام مسلمانوں اور علماء نے ان اقدامات کو اسلامی نظام کی طرف کچھ نہ کچھ عملی پیش رفت سمجھ کر سراہا اور رائج نظام میں فقہی اور شرعی خامیوں کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ یہ توقع بھی قائم رکھی کہ رفتہ رفتہ یہ نقائص بھی دور ہوتے چلے جائیں گے مگر ان اقدامات میں ایک معاملہ ایسا ہے جس سے صرف نظر کرنا اور اس میں تسامح اختیار کرنا نہ صرف یہ کہ علماء کے لئے دین و ایمان کا ضیاع ہے بلکہ یہ خاموشی آگے چل کر اس ملک کے ۹۷ فیصد سنی مسلمانوں کے دین و ایمان کو دنیا کے معمولی مفادات کی وجہ سے الحاد و زندقہ کی بھینٹ چڑھا دینے کا ذریعہ بن سکتی ہے ہم اس ملک کی یکجہتی کے قائل ہیں مذہبی فرقہ واریت ہو یا سیاسی انارکی یا ابن الوقت طالع آزماؤں کی طوائف الملوکی ہم اسے ملک کی بربادی کا ذریعہ سمجھتے ہیں موجودہ حالات میں موجودہ حکومت کا ساتھ بھی (اور وہ بھی صرف مشوروں اور کلمہ حق کے اظہار کی حد تک) صرف اسی جذبۂ خیر خواہی اور الدین النصیحۃ کی بنا پر دے رہے ہیں۔ ایسا کرنے میں ہم نے نہ تو حکومت سے اپنے دین و ایمان کا سودا کیا ہے اور نہ اپنے شعور و احساس اور ضمیر کو ارباب اقتدار کے کسی حقیر مادی مفاد کے عوض گروی رکھا ہے۔ اس معاملہ میں کسی مفاد کے لئے دستِ طلب بڑھانا تو بڑی بات وسائط استعارات و تلمیحات کے پردوں میں بھی کوئی حقیر سی مطلب برآری اور حسنِ طلب جیسا کوئی انداز بھی آبرو ئے دین و قناعت کی موت ہے۔ اگر کوئی متاعِ دین و ملت کی اس سوداگری کا مرتکب ہوتا ہے تو حکومت کا حق ہے کہ ایسے ضمیر فروشوں کے قلب و نظر اور زبان و قلم پر تالے لگائے لیکن اگر کسی نے ان ڈیڑھ سالوں میں کسی بھی لمحہ بلا خوف لومۃ لائم — علیٰ رؤس الاشہاد اعیان سلطنت کے سامنے اور بھرے ایوان میں دین اور ملت کے مفاد کی بات میں مداہنت نہیں کی اور نہ کسی کی خوشی یا ناگواری کو درخور اعتنا سمجھا ہے تو آج کی فرصت میں ارباب اقتدار اس گزارش کو بھی اخلاص و خیر خواہی پر محمول کریں اور اپنے اس خیر خواہ کو یہ کہنے سے نہ روکیں۔ کہ زکوٰۃ کے بعد اب عشر کے نفاذ میں بھی شیعہ حضرات کو مستثنیٰ قرار دینا نہ تو اس ملک و ملت کی خیر خواہی ہے نہ ملک کی رعایا کی عظیم اکثریت سنی مسلمانوں کے ساتھ انصاف ہے نہ یہ معاملہ صرف چند ٹکوں کے دینے نہ دینے کا نہیں بلکہ چند ٹکوں کی خاطر مسلک اور مذہب بدلتے رہنے کا ہے۔ ہمارے لاکھوں ان پڑھ دیہاتی زمیندار مسلمانوں کو مذہب کی تبدیلی (خواہ وہ کاغذوں کی حد تک ہو) کے دینی و ملی نقصانات اور آئندہ اس کے

عواقب و نتائج کا احساس نہیں ہوتا اور وہ کسی بھی مالی واجبات کی ادائیگی کی خاطر اپنا مذہب غلط ظاہر کر سکتے ہیں
اب اگر حکومت کو نفاذِ اسلام کے سلسلہ میں اقدامات بھی صرف وہی کرنے ہیں جس میں کچھ دینے کی بجائے
لینا ہی لینا ہو اور جو یہاں کی سنی اکثریت کے قادیانی، شیعہ اور آغا خانی بننے کا ذریعہ بنتے جا رہے ہوں۔ اور بس
تو خدارا اس "پٹارہ" کو اب بند کر دیجئے جس کے نتیجہ میں یہ ملک آگے چل کر جو بھی رہے گا رہے گا ایک سنی مسلمان
سٹیٹ نہیں رہے گا۔

ہم یہ باتیں آج سے نہیں کہہ رہے بلکہ جب بھی اور کسی بھی حکومت نے تدبّر و فراست سے عاری ایسا اقدام
کیا ہم نے اظہارِ حق کو اپنا فرضِ منصبی سمجھ کر آواز بلند کی بھٹو کے دورِ حکومت میں شیعہ حضرات نے علیحدہ تعلیمی نصاب
کا مسئلہ اٹھایا اگر ہم میں فرقہ واریت ہوتی تو اس مطالبے کا خیر مقدم کرتے کہ علیحدگی کی راہ بالآخر سنی مسلمانوں
کے عظیم مفاد کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ مگر ہم نے قومی اسمبلی میں نہایت شدومد سے یہ مسئلہ اٹھایا، شیخ الحدیث مولانا
عبدالحق نے اس مسئلہ پر بار بار تحریک التوا پیش کی اور ہزاروں کی تعداد میں پمفلٹ اس فیصلہ کی تباہ کاریوں کے
بارہ میں تقسیم کئے گئے پھر موجودہ صدرِ پاکستان نے اسلام آباد میں علماء کنونشن طلب کیا تو راقم الحروف اور دیگر
علماء کرام نے صدر محترم کو اعیانِ سلطنت کی موجودگی میں حدود و تعزیرات کے نفاذ میں تفریق کے نقصانات سے
آگاہ کیا اور یہ کہ ایک نظریاتی سٹیٹ کیلئے ایسا کرنا کتنا تباہ کن ہے۔ پھر ۲۳ر جون ۱۹۸۲ء کو بجٹ اجلاس کی
مبسوط تقریر میں نفاذِ عشر کے معاملے میں شیعہ سنی تفریق کی ہلاکت آفرینیوں پر ایوان کو متوجہ کرایا گیا کہ اسطرح حکومت
خود ملکی یگانگت اور فرقہ وارانہ یکجہتی کو پاش پاش کر رہی ہے۔ اور یہ کہ اس طرح سنی مسلمانوں کو مجبور کیا جا رہا
ہے کہ وہ فارم ڈیکلیر کرتے وقت اپنے کو شیعہ ظاہر کریں۔ اور یہ کہ ایران سمیت پوری دنیا کی کسی نظریاتی مملکت
میں ایسے دوگونہ قوانین کی مثالیں موجود نہیں ہیں۔ اگر ملک کا کوئی طبقہ ہر نافذ ہونے والے نئے قانون سے خود کو
الگ تھلگ کرتا رہا تو یہ صورتحال آگے چل کر خود اس کے حق میں خطرناک ہوگا۔ اگر کوئی طبقہ جرم و سزا کے قوانین اور
فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگیوں میں ملک کی عظیم اکثریت سے تو اپنے آپ کو الگ رکھنا چاہتا ہے۔ کہ اس کے
لئے تو حکومتِ عادلہ کا انتظار ہے۔ مگر حقوق و مفادات اور مراعات و مناصب کو مالِ غنیمت سمجھ کر اس کی
لوٹ کھسوٹ میں دس قدم آگے رہتا ہے تو کیا یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ وہ اس معاملہ میں ایک اسلامی اسٹیٹ
سے دارالحرب جیسا سلوک کرتی ہے کہ کھاؤ پیو اور حساب مت دو، یہ رویہ بالآخر کسی ملک کی اکثریت کو اپنی
حق تلفی کا احساس دلا دلا کر اپنے حقوق کے لئے اٹھ کھڑے ہونے پر مجبور کر دیتا ہے۔
اگر ہمارے یہ دوست پبلک لاز میں بھی اپنے کو اسی طرح ایک الگ کیٹگری سمجھتے رہے اور جبکہ یقیناً

ان کی تعداد آٹے میں نمک سے بھی کم ہے تو انہیں خود سوچنا چاہیئے کہ دنیا کی کسی بھی دینی یا لادینی نظریاتی یا سیکولر اسٹیٹ میں کوئی اقلیت اکثریت کو مسلسل ناراض کر کر کے عافیت اور اطمینان سے رہ سکتی ہے ؟ سنّی مسلمان ان معاملات میں نہایت فراخ حوصلہ اور وسیع الظرف ہیں۔ اور حکومت تو ماشاء اللہ کیا کہئے وہ تو فراخدلی کے مظاہرہ میں اپنی عظمت و وقار اور بین الاقوامی پروٹوکول کو بھی بالائے طاق رکھ دیتی ہے۔ وہ سنّی اور سنّی علماء کو تو شب و روز اتحاد و یکجہتی کے وعظ سناتی ہے مگر خود دوسرے طبقوں کے غالی سے غالی لیڈروں اور روحانی اماموں کی خاطر داری مہمان نوازی اور خاطر و مدارات کے وہ وہ تماشے دکھاتی ہے کہ اہلِ دین و دانش سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ پورا ملک ان لوگوں کی مشنری سرگرمیوں کا میدان بنا ہوا ہے۔ مگر دل ہی دل میں کڑھتے رہتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ اس مملکتِ خداداد کا حساس ترین شمال مغربی سرحدی علاقہ جو بیک وقت بھارت، روس اور چین کی سرحدات نے گھیر رکھا ہے، ان لوگوں کی تگ و تازہ کی آماجگاہ بنا ہوا ہے مگر وہ اندیشوں اور وسوسوں کے اس طوفان میں خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں۔

بہر کیف یہ ایک قصۂ طولانی ہے، بات عشر کی چل رہی ہے۔ وفاقی مجلس شوریٰ کے حالیہ اجلاس منعقدہ فروری ۱۹۸۳ء میں ایک بار پھر نظامِ عشر کا مسودہ زیرِ بحث آیا تو ۷ فروری کو میں نے اپنی مخلصانہ گذارشات کو دوبارہ شد و مد سے دہرایا کہ خدارا احوالِ عامہ اور پبلک لاز میں تفریق کو اختیار نہ کیا جائے اس طرح ہم سنّیوں کو اپنا مسلک بدلنے کا راستہ بنا دیں گے، جو الحاد و زندقہ ہے۔ جب زکوٰۃ اور عشر سے بچنے کیلئے کوئی سنّی زمیندار اور اس کے زیرِ اثر کاشتکار شیعہ ہونے کا ڈیکلریشن داخل کر دیں گے تو کل یہی فارم اس بات کی دلیل بنیں گے کہ شیعوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے۔ چنانچہ یہی ہونا تھا اور اب پنجاب کے دور دراز علاقوں اور دیہات سے ثقہ علماء کے ذریعہ خبریں آرہی ہیں کہ سنّی زمینداروں کے پورے چک اور دیہات عشر سے بچنے کیلئے خود کو شیعہ ظاہر کر رہے ہیں۔ (گو ایسے مفاد پرست لوگ نہیں سمجھتے کہ اگر تفریق و علیحدگی کا یہ سلسلہ اپنے تکمیل تک پہنچا تو انہیں کتنے نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا اور بالآخر جب شیعہ قوانین اور واجبات لاگو ہوتے تو ان لوگوں کو گھاٹے کے اس سودے کا احساس ہوگا مگر واپسی کا راستہ یہ خود مسدود کر چکے ہوں گے۔)

بہر حال یہ ایک تشویش ناک صورتحال ہے جو سنّی مسلمانوں اور ان کے تمام علماء کو بلا لحاظ مسلک خواہ دیوبندی ہوں۔ بریلوی یا اہلحدیث دینی مسئولیت کی بناء پر دعوتِ فکر دے رہی ہے۔ اس لئے کہ یہ اہلِ سنت کے ایمان و مذہب کے محافظ ہیں۔ اگر کوئی ان حقائق کے اظہار سے چڑتا ہے۔ تو ہزار بار چڑے۔ اگر حکومت اور اسکی بیوروکریسی نام نہاد روشن خیالی مگر درحقیقت احساس کہتری کی رَو میں بہہ کر ہمیں اس جرم میں دار پر چڑھاتی ہے تب بھی ہم سب کا فرضِ منصبی ہوگا کہ اہلِ سنت والجماعت کو رفض و سبائیت کے گڑھے

میں کودنے سے بچانے کی تدبیر کریں۔ یہاں معاملہ شیعہ برادری کی بدخواہی یا نفرت وعناد کا نہیں نہ ان سے ہمیں کوئی سروکار ہے۔ اگر حکومت کے کسی اقدام سے اہلِ سنت کے دین و ایمان کو خطرہ لاحق ہوگا تو تمام مسلمانوں کو اور اگر کوئی حکومت ملک میں اسلامی نظام کیلئے مخلص ہے تو خود اس کا بھی اوّلین فریضہ ہوگا کہ ایسے خطرات کا انسداد کرے جس سے نفاذِ اسلام کی کوششیں سبوتاژ ہوسکتی ہوں۔ صاف اور کھلی بات ہے کہ اگر کسی طبقہ یا گروہ کو موجودہ نظامِ عشر وزکوٰۃ سے اختلاف ہے تو اس پر اس کے مساوی ٹیکس لگادئیے جائیں یا خراج یا پھر انہی کے مسلک کے مطابق مالی و زرعی واجبات جنکی شرح موجودہ شرحِ عشر و زکوٰۃ سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔ یہاں ہم شیعہ حضرات کے تعلیم یافتہ اور جہاندیدہ روشن خیال طبقہ سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس صورتحال کا اپنے مفاد میں ٹھنڈے دل سے جائزہ لیں۔ اور اس راہ پر چلنے کے جو نتائج وعواقب خود ان کے حق میں ظاہر ہوسکتے ہیں اُسے سوچیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو انشاءاللہ وہ خود ہماری تائید کریں گے اور اپنے پیشہ ور تعصّب وجمود کے علمبردار مذہبی فسطائیت کے خلاف آواز اٹھائیں گے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق

---★---

بقیہ جہادِ افغانستان از صفحہ ۸

مولانا جلال الدین حقانی:۔ روسی دشمن نے مسلسل آٹھ ماہ تک ہمارے منطقہ پر حملہ آور ہوکر زور آزمائی کی، آخر پسپا ہوگیا، ہمارے پاس جہازوں کے مقابلہ اور ان کو مار گرانے کا کوئی اسلحہ نہیں ہے۔ ہمارے پاس راکٹ نہیں ہیں، افغان فوجی جو مجاہدین کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں وہ بھی اپنے ساتھ راکٹ نہیں لاسکتے وجہ یہ ہے کہ روسی فوج ایسے اسلحہ کو اپنے کنٹرول میں رکھتی ہے اور افغان فوج پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کرتی۔ دَرّوں میں جو اسلحہ بک رہا ہے۔ یہ بھی مجاہدین ہی کا مالِ غنیمت ہے۔ میدانِ جنگ میں جب مجاہدین ٹینکوں کے مقابلہ میں مصروفِ کار ہوتے ہیں۔ اور ان کو اپنے تصرف میں لے لیتے ہیں تو بعض چور قسم کے لوگ نیچے درجہ کا اسلحہ لے بھگاتے ہیں اور یہاں دروں میں آکر بیچ دیتے ہیں۔

حضرت الشیخ:۔ افغان مجاہدین اسلام کا ایک مضبوط قلعہ اور سرحد ہیں اگر یہ سرحد نہ ہوتی تو آج پاکستان میں بھی دین اور دین کا نام لینے والا کوئی فرد نہ ملتا، خدا تعالیٰ اپنے دین کا آپ محافظ ہے۔ اب خدا تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کا کام آپ سے لے رہا ہے۔ انّا نحن نزلنا الذکر وانّا لہ لحافظون۔ الآیۃ

ضبط : مولانا عبدالقیوم حقانی
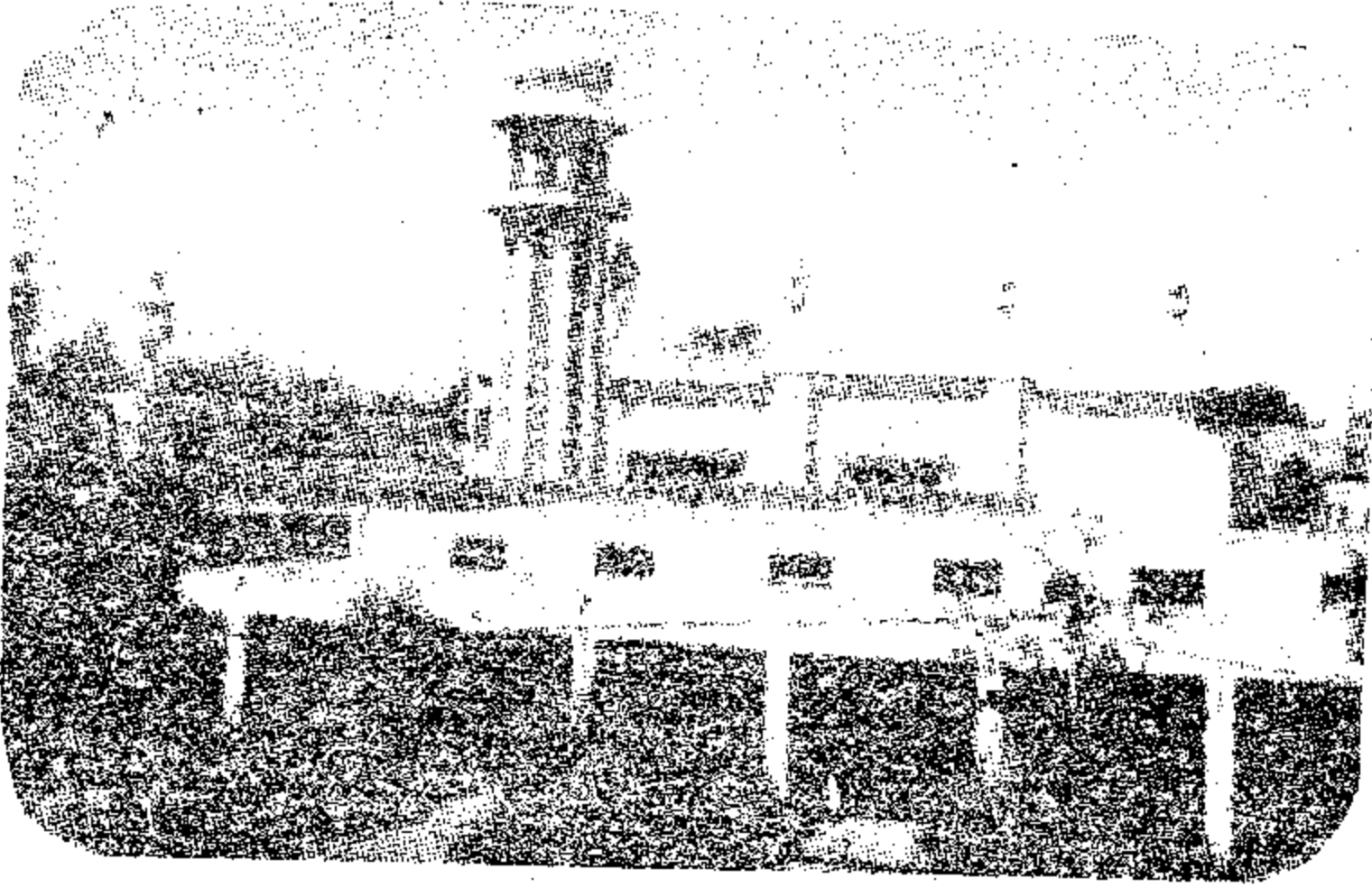
جہادِ افغانستان اور دارالعلوم حقانیہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ اور زعماء جہاد کی بعض مجالس کی جھلکیاں

جنوری ۱۹۸۳ء کی چھبیسویں تاریخ تھی کہ احقر حسب معمول حقائق السنن شرح اردو جامع السنن (حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہٗ کے آمالی ترمذی) کا مسودہ لیکر آپ کو سنانے کی غرض سے حاضر خدمت ہوا ، عصر کی نماز کا وقت تھا مسجد میں داخل ہوتے ہی حضرت شیخ پر نظر پڑی تو دیکھا کہ جہادِ افغانستان کے ایک بڑے محاذِ جنگ کے امیر مولانا جلال الدین حقانی (فاضل و سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ) اور ان کے رفقاء کے علاوہ جہادِ افغانستان کے چند دیگر زعماء اور مجاہدین جو جدید آتشیں اسلحہ سے لیس تھے ۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ سے مصافحہ اور معانقہ کر رہے ہیں ۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت اقدس شیخ الحدیث اور جہادِ افغانستان کے آئے ہوئے زعماء کے درمیان جو مکالمہ ہوتا رہا ، حسب وعدہ اسکی کچھ مزید جھلک نذر قارئین ہے جس سے جہادِ افغانستان کے اہم ترین چشم دید واقعات اور دیگر کئی پہلو سامنے آجاتے ہیں ۔

مولانا جلال الدین حقانی :— احقر دارالعلوم سے آنے والے احباب سے آپ کی خیریت ، دارالعلوم کے حالات اور کیفیت دریافت کرتا رہتا ہے ۔ صدر صاحب مرحوم (مولانا عبدالحلیم زروبوی) کی وفات تمام عالم اسلام بالخصوص دارالعلوم حقانیہ کیلئے ایک بہت بڑا حادثہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ رحمتوں سے نوازے ۔

حضرت شیخ :— میں ہمیشہ آپ حضرات کے حالات دریافت کرتا رہتا ہوں ۔ خاص کر ان فضلاء واحباب کی خیریت اور عافیت کی اطلاع کے لئے بے تاب رہتا ہوں جو اس وقت محاذِ جنگ پر دشمن سے برسرِ پیکار ہیں ۔ ظالم دشمن کے مقابلہ میں آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ کی امداد حاصل ہے ۔ اور تین سال سے جو غیبی فتوحات اور نصرت و کامیابی سے باری تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے ۔ دل سے دعائیں کرتا ہوں کہ باری تعالیٰ

استقامت علی الدین عطا فرما دے۔ اور اس میں مزید ترقی ہو۔ "اللھم زد فزد" خدا تعالیٰ یوماً فیوماً ترقی دے۔ آمین

مولانا جلال الدین حقانی: — جہاد، مشکلات اور امتحان کا نام ہے۔ امتحان اس لئے لیا جاتا ہے تاکہ لوگوں میں تمیز پیدا ہو۔ اپنے اور غیر کی پرکھ ہو جائے۔ آپ نے سبق پڑھایا تھا کہ جب سونا آگ میں ڈالا جاتا ہے، تب قیمتی بنتا ہے۔ کپڑے جس قدر مارے اور رگڑے جائیں اسی قدر ان کی صفائی اور ستھرائی خوب ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جہادِ افغانستان میں اللہ تعالیٰ کی سینکڑوں حکمتوں میں شاید ایک یہ بھی ہو کہ مشکلات اور مصائب کی بھٹی میں ڈال کر خالص سونا بنا دیا جائے۔ الحمد للہ۔ مجاہدین کا ایمان مضبوط، حوصلہ بلند، جسارت پختہ اور بہادری اپنے عروج پر ہے۔ ہم میں جب کوئی شہید ہو جاتا ہے تو ہم کبھی بھی مایوس اور نا امید نہیں ہوتے جانے والے کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرے ایسے ساتھی کھڑے کر دیتے ہیں جن کا عزم استقامت اور پختگی پہلوں سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت! اب تو مجاہدین کو پہلے سے کئی گنا زیادہ تجربہ حاصل ہو گیا ہے۔ طیاروں، ٹینکوں، زہریلی گیسوں اور دشمن کے حملوں سے مرعوبیت ختم ہو چکی ہے۔ ان ساری چیزوں کا مقابلہ اور ان سے ہر قسم کا تعارض اب عادت بن گئی ہے۔ اوائل میں مجاہدین کو میدانِ جنگ میں دشمن کے مقابلہ کا تجربہ نہیں تھا۔ اب تو بحمد اللہ خوب تجربہ ہو گیا۔ اور دن بدن اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔

حضرت الشیخ: — جہادِ افغانستان سے پہلے روس کا عالم اسلام پر بہت زیادہ رعب تھا۔ مگر آپ حضرات کی قربانیوں اور مجاہدین کی بے مثال شجاعت و استقامت نے روس کو پورے عالم میں ذلیل رسوا کر دیا۔

مولانا جلال الدین حقانی: — اب تو ہر طرف سے جہاد کی برکتوں اور نقد ثمرات کا ظہور ہو رہا ہے۔ پہلے ہمارے اندر جو لوگ فسق و فجور اور ضلالت و فساد میں مبتلا رہتے تھے اب وہ توبہ کر کے دینی زندگی اختیار کر چکے ہیں۔ پہلے جن لوگوں پر دنیا کی حرص سوار تھی اور مقصدِ زندگی کسبِ دنیا تھا۔ اب ان کا مقصدِ زندگی دین ہے۔ اب دنیا کا کسب نہیں کرتے مگر دنیا پہلے سے زیادہ مل رہی ہے۔ الحمد للہ اب تو مجاہدین نے روسیوں سے جنگ کر کے ان ہی کا اسلحہ بھی فراہم کر لیا ہے۔ اس کو استعمال کرنے کی ترکیبیں بھی سیکھ لی ہیں۔ اب دشمن میں بھی خوب اختلاف پڑ گیا ہے۔ اور ان کی جڑیں کھوکھلی ہو گئی ہیں۔

حضرت الشیخ: — آج کل آپ کا مرکز کہاں ہے؟

مولانا جلال الدین حقانی: — ہم نے سردار داؤد کے دورِ حکومت میں ہجرت کی تھی ہمیں حکومت نے گھر دیئے تھے جو افغانستان کی سرحد کے ساتھ ہیں۔ تاہم اکثر قیام افغانستان میں ہوتا ہے۔

ہمارا سارا منطقہ پہاڑی ہے۔ جہاں حکومت کے فون وغیرہ کے نظام کو توڑ دیا گیا ہے جب دشمن کے جہاز ہمارے منطقہ پر بمباری کرتے ہیں تو وہ بھی بہت دور سے۔ ہمارے علاقہ میں امیر عبدالرحمٰن کے دورِ حکومت سے تاحال سرکاری نظام نہیں ہے۔ اب ہمارے مجاہدین نے اپنے اسلامی نظام کے تحت جگہ جگہ شفاخانے کھولے ہیں۔ شرعی عدالتیں اور رفاہِ عامہ کے ادارے بھی قائم کئے ہیں۔

حضرت الشیخ :۔ مجاہدین کے مختلف گروہ اور احزاب کا جو آپس میں اختلاف......

مولانا جلال الدین حقانی :۔ بحمد اللہ جہاد کے دوران میدانِ جنگ میں تمام احزاب کا ہاتھ ایک ہوتا ہے۔ غزنی، وردک اور پکتیا میں مجاہدین کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہے سب ہمکار اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

ہمارے منطقہ پکتیا میں آجکل خوب برف پڑ رہی ہے۔ مجاہدین تو برف کے عادی ہیں، مگر روسی دشمن کی فوجوں کو زحمت اٹھانی پڑتی ہے۔ آجکل مجاہدین دشمن کے مختلف کاروانوں پر آسانی سے حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ اور کابل کے اندر رہنے والے مجاہدین داخلی طور دشمن پر رات کو حملہ کرتے ہیں۔ مجاہدین نے کابل میں بجلی وغیرہ کی لائنیں کاٹ دی ہیں۔ باہر سے لکڑی بند کر دی ہے۔ نام نہاد کارمل حکومت اور اس کے کارندے سخت تکلیف اور مصیبت سے دوچار ہیں اندر سے بجلی بند ہے اور باہر سے لکڑی بند۔

حضرت الشیخ :۔ (حاضرین سے) ہم سنتے رہتے ہیں کہ روسی فوج میں ہمارے یہ فاضل مولانا جلال الدین حقانی ٹینک دشمن اور ٹینک شکن کے نام سے مشہور ہیں۔ دشمن کی فوج میں جب بھی مولانا جلال الدین حقانی کی آمد کی افواہ اڑا دی جاتی ہے۔ تو فوج کا ٹینک بردار حصہ ٹینکوں سمیت بھاگنے اور اپنے کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا کی شان! کہ ٹینک بھی ہمارے مولانا جلال الدین حقانی کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے۔

(جلال الدین حقانی سے) مولانا! آپ کے پاس کونسا ہتھیار ہے جس کے استعمال ......

مولانا جلال الدین حقانی :۔ حضرت! آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب دشمن کے ساتھ مقابلہ ہو تو مٹھی میں کنکریاں لیکر "شاھت الوجوہ" پڑھتے ہوئے دشمن کی طرف پھینکو اور اسی دوران "وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشیناھم فھم لا یبصرون۔" بھی پڑھتے رہو تو ربِ قدیر دشمن کے سامنے دیواریں کھڑی کر دے گا۔ بس! یہ آپ کا بتایا ہوا وظیفہ ہے اور اس وقت میرے پاس سب سے بڑا ہتھیار یہی ہے۔ میدانِ کارزار میں میں اور میرے رفقاء اسکی بے شمار برکتیں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ (حضرت الشیخ نے مجاہدین کے ایک وفد کو یہ وظیفہ بتاتے ہوئے اس کا پس منظر اور اس کے مختلف ادوار میں فوائد و ثمرات پر تفصیل سے گفتگو کی تھی جو آئندہ کسی مجلس میں پیش کر دی جائے گی۔)

حضرت الشیخ :۔ آپ کے منطقہ پر روسی دشمن کے حملوں اور ان سے دفاع کی کیا صورت ہے۔

بقیہ صفحہ ۵ پر

مولانا جلال الدین حقانی :- حضرت! روس نے افغانستان پر حملہ کے وقت جو منصوبہ اور اس کے تحت جو نقشہ بنایا تھا اس میں افغانستان کی مہم ان کے لئے چھ ماہ سے بھی کم عرصہ کی تھی، عراق تو ویسے بھی روسی اسلحہ کی مارکیٹ ہے۔ علاقائی اعتبار سے ایران پر افغانستان کا … ہے جب (خدانخواستہ) افغانستان روس کے قبضہ میں چلا جائے تو پھر اس کے لئے ایران اور اسی راستے خلیج اور تیل کے ذخائر پر قبضہ آسان ہے روس صرف افغانستان پر قبضہ کے خیال سے یہاں نہیں آیا بلکہ وہ اس راستے مشرق وسطیٰ اور پوری دنیا پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ روسی حکمرانوں کو کبھی یہ وہم بھی نہیں گذرا تھا کہ افغانستان کی مہم میں اس قدر وقت لگے گا اور جان و مال کا نقصان ہوگا۔ اب تو روسی حکومت سے وہاں کے عوام بھی نفرت کرنے لگے ہیں۔ اور ان کو ویٹ نام کی طرح افغانستان چھوڑ دینے کا انجام نظر آنے لگا ہے۔

افغانستان میں روسی فوج عیاش اور مست ہوگئی ہے۔ جبکہ روس میں ان کو عیش و عشرت کے مواقع کم ملتے ہیں وجہ یہ ہے کہ وہاں رقم اور نقدی عام افراد کو حاصل نہیں ہے نہ اپنی مرضی سے خرید سکتے ہیں اور نہ بیچ سکتے ہیں، یہاں ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر، افیون بھنگ چرس اور شراب ان کو آسانی سے میسر ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اب تو روسی فوج اپنے ہاتھوں سے مجاہدین کو اسلحہ دیتی اور چرس و شراب لیتی ہے۔ یہاں روسی فوج کا نظم و ضبط ختم ہو چکا ہے۔ ان کے سپاہی نشہ کے عادی ہو گئے ہیں۔ گاڑیاں اور ٹینک چلاتے وقت نشہ میں وحشت رہتے ہیں

اسی دوران مجاہدین نے حضرت اقدس کی خدمت میں خشک میووں کے ہدایا پیش کئے۔

حضرت الشیخ :- آپ نے یہ تکلیف کیوں اٹھائی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم آپ کی خدمت میں … پیش کریں بلکہ آپ کی خدمت میں تو ہمیں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا چاہیئے۔

مولانا جلال الدین حقانی :- حضرت! آپ تو مجاہد المجاہدین ہیں اور یہ سارا جہاد اور مجاہدین کا کردار، سب آپ کی برکت سے ہے ہم نے جہاد اور میدان جنگ میں دشمن سے مقابلہ کا سبق بھی باقاعدہ ٹریننگ کے طور پر آپ سے سیکھا ہے۔ سنہ ۱۹۷۰ء میں یہاں کے الیکشن کے زمانہ میں میں نے پورے خٹک علاقہ کا دورہ کیا تھا، ہر قسم کے میدان سر کئے تھے۔ اس وقت سے جہاد کا شعور پیدا ہوا اور پھر آپ کے دروس سے اس میں مزید پختگی آتی گئی۔

حضرت الشیخ :- (حاضرین سے) جی ہاں۔ یہ مولانا جلال الدین حقانی الیکشن کے زمانہ میں جب یہاں دارالعلوم حقانیہ میں زیر تعلیم تھے تو انہوں نے بڑا مجاہدہ کیا تھا۔ پورے خٹک علاقہ اور اس کے قریہ قریہ میں پہنچے تھے اور اب تو ماشاء اللہ……

(مجاہدین سے) مجھے تو آپ پر اور تمام مجاہدین فضلائے حقانیہ پر افتخار ہے۔ آپ لوگ ہمارے لئے آخرت کا ذخیرہ ہیں، ہم تو رب قدیر کی بارگاہ میں رو رو کر یہ دعا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ آپ حضرات کو اپنی غیبی نصرتوں سے نوازے اور خونخوار ظالم دشمن کے مقابلہ میں فتح مبین عطا فرماوے۔

مولانا جلال الدین حقانی:۔ ہمارے منطقہ میں مجاہدین کے قائدین، علاقہ کے علماء اور مختلف محاذ جنگ کے امراء، دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں۔ مولانا گل رحمٰن حقانی مولانا حبیب الرحمٰن حقانی مولانا محمد عمر اخوندزادہ حقانی، سب حقانیہ کے فضلاء ہیں اور یہ جو آپ کے سامنے تشریف فرما ہیں مولانا احمد گل حقانی ہیں۔ جو طالب علمی کے زمانہ میں آپ کی اس مسجد میں (دارالعلوم کی قدیم مسجد) رہا کرتے تھے، جہاد میں مجروح بھی ہوئے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کے صدقہ انہیں جلد شفا عطا فرمائی۔

حضرت الشیخ:۔ جی ہاں! یہ بڑے مخلص انسان ہیں خدا تعالیٰ ان کی زندگی علم اور عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔

(مولانا احمد گل حقانی سے) ہمارے مولانا اللہ نور صاحب کا کیا حال ہے۔

مولانا احمد گل حقانی:۔ انہوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی ہے تاہم میدان جنگ میں مجاہدین کا خوب ساتھ دے رہے ہیں، تبلیغ اور جہاد کی ترغیب میں مصروف رہتے ہیں۔ اچھے خطیب اور بہترین مبلغ ہیں، ابھی عید سے قبل ان سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔

حضرت الشیخ:۔ پشاور میں کتنے روز ٹھہرنا ہے۔

مولانا جلال الدین حقانی:۔ آٹھ دس دن قیام کا ارادہ ہے۔ اور مہاجرین کے کچھ مسائل میں حضرت دعا فرماویں کہ باری تعالیٰ کامیابی عطا فرماوے۔

حضرت الشیخ:۔ جی ہاں آپ کیلئے تو ہر لحہ دعاگو رہتا ہوں میرے دل کی ہر دھڑکن اور رواں رواں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ آپ لوگ نہ ہوتے تو آج روسی فوجیں خلیج میں ہوتیں اور مشرق وسطیٰ پر روس کا قبضہ ہوتا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ یہود شام اور پھر مدینہ منورہ تک تاراج کریں گے، مجھے اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں روسی یہودی اس کا مصداق نہ ہوں۔

الحمدللہ کہ آپ حضرات نے سرخ خونی سیلاب کے مقابلہ میں مضبوط بند باندھ دیا ہے، خدا تعالیٰ آپ کا محافظ ہو۔

(جاری ہے)

مولانا قاری عبداللہ صاحب ۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

طلبۂ مدارسِ عربیہ

اور

عملی سیاست

شیخ الحدیث مولانا زکریا سہارنپوریؒ بنام طلبہ کرام

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

امابعد۔ حضرت اقدس سہارنپوری نوراللہ مرقدہٗ نے جو دین کی خدمت کی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ خواہ وہ کسی طریقہ کا رہے ہو۔ سارے دینی کاموں میں حضرتؒ نے کام کیا ہے

اور سیاسی خدمات جو حضرت نے کی ہیں۔ وہ ایک خاموش مجاہد کا درجہ رکھتی ہیں۔ بلکہ عالم اسلام کے عظیم داعی اور مفکر حضرت کے خلیفہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے کھلے الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔ ہندوستان میں دینی مدارس اور مسلمانوں کا تحفظ۔ خانقاہوں میں ذکر و اذکار کی بہار یہ سارے برکات کا تاج تین حضرات کا مرہون منت ہے۔ امیر الہند حضرت مدنیؒ۔ حضرت رائے پوریؒ اور گنگوہی علوم کے شارح حضرت سہارنپوریؒ۔

جہاں تک تدریس کا تعلق ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت کو مجتہدانہ مقام دیا ہے۔ اور یہ وہ حضرات جانتے ہیں جنہوں نے حضرت سے کتابیں پڑھی ہیں امام جلال الدین سیوطی اور حضرت کے بزرگ حضرت تھانویؒ کی یاد تازہ کی ہے۔ حضرت نے ہر فن میں کتابیں لکھی ہیں اور ان پر مستقل تبصرے ہو چکے ہیں۔ دو تین الفاظ اپنی سعادت اور آخرت میں کام آنے کی خاطر ذکر کرتے ہیں۔ حضرت کی لامع الدراری کے بارے میں پاکستان کے سب سے بڑے شیخ الحدیث استاذنا مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک دن فرمایا۔ " بخاری کے سارے شروح ایک طرف اور لامع الدراری دوسری طرف"۔ یہی بات حضرت شاہ صاحب کی علوم کے امین مولانا بنوری نے فرمائی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں :۔

بخاری شریف کے ابواب و التراجم پر جتنا کام شارحین حضراتؒ نے کیا ہے۔ لیکن ابھی تک امت پر یہ قرض باقی تھا خدا کے فضل سے حضرت سہارنپوریؒ نے یہ قرض ادا کیا ہے (کذا فی مقدمۃ اللامع)

موجودہ حالات کے پیش نظر ہم طلبہ کرام کی خاطر حضرت کی مشہور و معروف کتاب "اسلامی سیاست" سے چند

ارشادات نقل کرتے ہیں جو حضرت کے دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوتے ہیں۔ حضرت کی عبارت حسب ذیل ہے:۔

"میں تو طلبہ کی ہر قسم کی عملی سیاست میں شرکت کو ان کے لئے سم قاتل سمجھتا ہوں۔ ممکن ہے کہ میرے بعض اکابر میرے خیال کی زور و شور سے تردید فرمائیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ حق بھی وہی ہو جو وہ ارشاد فرمائیں۔ کیونکہ بہرحال وہ میرے بڑے ہیں۔ اور میری رائے ان کے مقابلہ میں کوئی بھی چیز نہیں۔ مگر میری ناقص سمجھ میں تو ابھی تک جتنا غور کرتا ہوں یہی آتا ہے۔ اور بہت سی وجوہ سے میرے خیال خام میں اب تک یہی چیز جمی ہوئی ہے۔ ان میں سے بعض کی جانب تمہیں متوجہ کرتا ہوں۔

الف۔ سَلِ المجرب ولا تسئل الحکیم۔ میں پوچھتا ہوں ایک گہری نظر عالم پر، کم از کم ہندوستان پر ڈال کر یہ دیکھو کہ آج جتنے حضرات علمی دنیا کے مالک ہیں۔ ان کی طالب علمی کا زمانہ ایسا گذرا ہے۔ آج وہ خواہ کسی میدان میں گامزن ہوں لیکن علمی مشغلہ والے بالعموم وہی ملیں گے جو طالب علمی کے زمانہ میں انہماک سے اس میں لگے رہیں گے۔ اور جو حضرات اس زمانہ میں کسی دوسری طرف مشغول رہے ہیں آج وہ شہرت میں خواہ کتنے ہی ممتاز ہوں اور علماء کی فہرست میں خواہ کتنے ہی شمار ہوتے ہوں۔ مگر علمی تدقیق۔ فقہ، حدیث پر ان کی نظر بہت ہی پیچھے ملے گی۔ کسی غیر معمولی فقہی مسئلہ کی ضرورت پیش ہو۔ یا کسی علمی تحقیق و تدقیق کی ضرورت ہو تو ان کا قدم آگے نہیں ملے گا۔ یہ کچھ دلائل کی بات نہیں۔ ہند کے علماء نظر کے سامنے ہیں۔ ایک نگاہ غور سے ڈالو تو پتہ چل جائے گا۔

ب۔ ہمارے اکابر اور اکابر کے اکابر ہمیشہ علم سلوک ان کی جان رہا ہے۔ اور گویا علمی مشغلہ کے ساتھ ان حضرات کے یہاں یہ سلسلہ بھی جزء لاینفک کے قبیل سے رہا، اور ہے۔ مگر خلفاً عن سلف سب کے سب "قاطبۃً" طلباء کو بیعت سے انکار ہی فرماتے رہے حالاں کہ ان حضرات کے یہاں یہ جزء کتنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ مگر طالب علم کے لئے اس کو بھی منافی سمجھتے رہے۔

ج۔ تجربہ اور سرسری غور سے اصولاً بھی میری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ طلبا کا جلسوں اور جلوسوں میں شریک ہونا ایسا نہیں ہے کہ وہ محض وقتی چیز ہو۔ ہفتوں نہیں تو کئی کئی دن تک ان کا تذکرہ ان پر تبصرہ ان کا حسن و قبح طلبا کی مجالس کا اہم مشغلہ رہتا ہے۔

د۔ پھر ان کی اجتماعی زندگی، ایک دار الطلبہ میں ان کا مجموعی قیام چوبیس گھنٹہ کا ساتھ۔ ان مناظرانہ گفتگو کو ختم بھی نہیں ہونے دیتا۔ ہر مجلس میں یہی تذکرہ، ہر وقت یہی بحث، کہاں کا مطالعہ اور کہاں کا تکرار اور کہاں کا سبق۔ یہ روزمرہ کے واقعات ہیں جو انکار کر دینے سے زائل نہیں ہو سکتے۔

ہ۔ پھر ان مناظروں اور اختلافات کا ثمرہ منازعت اور جھگڑوں پر پہنچتا ہے جس خیال کے مجمع کی کثرت ہوتی ہے وہ اقلیت کو دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ اول اپنے زور سے، یہ ناکافی ہو تو ناظم مہتمم مدرسہ کے یہاں جھوٹی سچی شکایات

سے اور دوسرا فریق جوابی کوشش میں ان پر جھوٹے افترا اور سچی شکایات کا طومار باندھتا ہے۔ پھر عموماً غالب فریق کے گواہ بھی کثرت سے ہو جاتے ہیں۔ اور مغلوب کے لئے سچی گواہی دینے والے بھی مشکل سے ملتے ہیں۔ ناظمین مدارس عالم الغیب بھی نہیں جس کا ثمرہ اکثر یہ ہو جاتا ہے کہ اصل مجرم بری ہو جاتے ہیں اور بے گناہ ماخوذ، یہ محض تخیلات نہیں واقعات ہیں جو آئے دن مشاہدہ میں آتے ہیں اور ہم لوگ انہیں بھگتتے ہیں۔ اختلاف رائے عام طبقہ میں بھی ہوتا ہے ان میں اختلافات اور نزاعات بھی ہوتے ہیں۔ مگر وہ اکثر وقتی ہوتے ہیں۔ ان کے اجتماعات عموماً مخصوص وقت کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جلسہ ختم ہوا تو سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ مگر ان لوگوں کا یہی گھر ہے۔ یہی مجلس خانہ۔ ہر وقت ایک ہی جگہ قیام۔ ایسی صورت میں معمولی سا اختلاف بھی شروع ہو جائے تو وہ مہینوں نشو ونما پاتا ہے۔ یہ تو طلبار کا اپنا ماحول ہوا۔ ایک قدم آگے اور بڑھائیے۔

ح۔ کیا مدرسین کسی مدرسہ کے ہم خیال ہیں۔ دو چار ادھر اور دو چار ادھر ہیں۔ اسباق میں معمولی مناسبت سے نہیں بلکہ بلا کسی مناسبت کے بھی بحثیں چھڑ جاتی ہیں۔ ان پہ تبصرے ہوتے ہیں۔ رائے زنیاں ہوتی ہیں۔ اپنے ہم خیال لوگوں کی تعریفیں ہوتی ہیں ان کی تقریروں کی مدح وثنا ہوتی ہے۔ دوسروں پہ تنقید ہوتی ہے تضحیک ہوتی ہے ان کی نقلیں اتاری جاتی ہیں۔

ط۔ ایک قدم اور آگے چلئے۔ جماعت کے سب طلبار مدرس کے ہم خیال نہیں ہوتے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جن کی وہ تعریف کر رہا ہے وہ اکثر طلبار کی نگاہ میں تنقید کے قابل ہے۔ اور جن کی مدرس تغلیط کر رہا ہے۔ طلبار اکثر نہیں تو معتد بہ اس کے حامی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ وہ مدرس ان طلبہ کی نگاہ میں بے وقعت ہوتا ہے کج فہم اور متعصب بنتا ہے۔ اور جب طلبہ کے تخیلات مدرس کی طرف سے یہ ہوں گے تو علمی انتفاع معلوم ؟ جہاں کہیں ائمہ فن طالب علمی کے اصول لکھتے ہیں۔ اس چیز کو نہایت اہتمام سے ذکر فرماتے ہیں اور محدثین نے تو مستقل طور پر آداب طالب علم کا باب ذکر کیا ہے۔ **جزء اوجز المسالک** کے مقدمہ میں مفصل مذکور ہے۔ اس میں ہر چیز کو خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ امام غزالیؒ نے بھی احیار العلوم میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ استاد کے ہاتھ میں کلیتہً اپنی باگ دیدے۔

اور بالکل اسی طرح انقیاد کرے جیسا کہ بیمار مشفق طبیب کے سامنے ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی پڑھایا۔ میں اس کا غلام ہوں چاہے وہ مجھے فروخت کردے یا غلام بنائے۔ علامہ زرنوجی نے تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ میں بہت سے طلبار کو دیکھتا ہوں کہ وہ علم کے منافع سے بہرہ یاب نہیں ہوتے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے شرائط اور آداب کا لحاظ نہیں رکھتے اس وجہ سے محروم رہتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے ایک مستقل فصل اساتذہ کی تعظیم کے ضروری ہونے میں لکھی ہے

وہ فرماتے ہیں کہ طالب علم سے منتفع ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ علم اور علماء اور اساتذہ کا احترام نہ کرے جس شخص نے جو کچھ حاصل کیا ہے۔ وہ احترام سے کیا ہے۔ اور جو گرا ہے وہ بے حرمتی سے گرا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ آدمی گناہ سے کافر نہیں ہوتا۔ دین کے کسی جز سے بے حرمتی کرنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ ولنعم ما قیل۔

از خدا خواہیم توفیق ادب　　　　بے ادب محروم گشت از فضل رب

ہم اللہ جل شانہ سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں کہ بے ادب اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔

ادب تاجیست از فضل الٰہی　　　　بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

یعنی ادب فضل خداوندی کا ایک زبردست تاج ہے اسے سر پر رکھ کر جہاں چاہے چلے جاؤ۔ اور یہ مثل تو مشہور ہی ہے۔ باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔

امام سدید الدین شیرازی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے مشائخ سے سنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا لڑکا عالم ہو جائے اسے چاہیئے کہ علماء کا اعزاز و اکرام کرے اور ان کی خدمت بہت زیادہ کرے اگر بیٹا عالم نہ بنا تو پوتا ضرور عالم بنے گا۔ امام شمس الائمہ حلوانی کا قصہ مشہور ہے۔ کہ وہ کسی ضرورت سے کسی گاؤں میں تشریف لے گئے وہاں جتنے شاگرد تھے وہ استاد کی خبر سن کر زیارت کے لئے آئے۔ مگر قاضی ابوبکر حاضر نہ ہو سکے۔ بعد میں جب ملاقات ہوئی تو استاد نے دریافت کیا۔ انہوں نے والدہ کی کسی ضروری خدمت بجا لانے کا عذر کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ رزق میں وسعت ہو گی مگر علم سے نفع نہیں ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ویسے بھی عام طور سے مشہور ہے کہ والدین کی خدمت رزق میں زیادتی کا سبب ہوتی ہے۔ اور اساتذہ کی خدمت علم میں ترقی۔ الغرض یہ بالکل طے شدہ امر ہے۔ لیکن ہمارا جو طرز عمل ہے وہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ جب شاگردوں اور استادوں کا سیاسی اختلاف ہوتا ہے تو اس پر فقرہ بازی، تنقیص، عیب جوئی وغیرہ میں ابتلا ہوتا ہے۔ انگریزی طلبہ میں بھی جو لوگ طالب علمی میں اساتذہ کی مار کھاتے ہیں وہ ترقی کر کے بلند عہدوں پر فائز ہوتے ہیں۔ جس غرض سے علم حاصل کیا جائے وہ نفع پورے طور پر حاصل ہوتا ہے۔ اور جو اس زمانہ میں استادوں کے ساتھ نخوت و تکبر سے رہتے ہیں وہ بعد میں ڈگریاں حاصل کرنے کے لئے سفارشیں کراتے پھرتے ہیں۔ اگر کہیں ملازمت مل بھی جاتی ہے تو ہر روز دن اس پر آفات ہی رہتی ہیں۔ بہر حال جو علم بھی ہو اس کا کمال اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک اس کے فن کے اساتذہ کا ادب احترام نہ کرے۔ چہ جائے کہ ان سے مخالفت کرے۔

کتاب ادب الدنیا والدین میں لکھا ہے کہ طالب علم کے لئے استاد کی خوشامد اور اس کے سامنے تذلل و ذلیل بننا ضروری ہے۔ اگر دونوں چیزوں کو اختیار کرے گا تو نفع کمائے گا۔ اور دونوں کو چھوڑ دے گا تو محروم رہے گا۔

مولانا محمد عبداللہ طارق دہلوی

سرجری

اسلام کے قرونِ اولیٰ میں

علم التشریح و منافع الاعضاء

علم تشریح الابدان اور منافع الاعضاء علم جرّاحی کے لئے مقدمہ لازمہ اور اسکی کلید ہے۔ اس کے بغیر سرجری میں قدم ہی نہیں رکھا جا سکتا اس لئے کہ اس علم میں جسم کے اجزاء کے متعلق بحث ہوتی ہے۔ کہ ان کی ترکیب کیا ہے عروق و اعصاب اور عضاریف ہڈیاں اور گوشت کے احوال و کیفیات کیا ہوتے ہیں۔ ہر ہر عضو کا خاص وظیفہ اور عمل کیا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کی کیا کیا خصوصیات ہیں وغیرہ۔ اور اُسکا فائدہ ظاہر ہے۔ کیونکہ کسی بھی قسم کے علاج میں اور بالخصوص سرجری میں ایک قدم بھی ان چیزوں سے واقفیت کے بغیر نہیں چلا جا سکتا۔ اور طبیب تو طبیب ایک عام انسان کے لئے بھی اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ :

من لم یعرف الهیئة والتشریح فهو عنّین فی معرفة الله۔

یعنی جو فن ہیئت اور فن تشریح نہیں جانتا وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سلسلے میں نامرد ہے[1]۔

اس مقولے میں چاہے کسی قدر مبالغے سے کام لیا گیا ہو مگر یہ حقیقت ہے کہ جسطرح زندگی کے عہد شباب کی لذتوں سے ایک کامل مرد ہی لطف اندوز ہو سکتا ہے نامرد ان سے آشنا اور محظوظ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اللہ رب العزّت کی قدرت و حکمت صناعی کے کمالات کا لطف جس قدر ان علوم کا ماہر لے سکتا ہے ظاہر بات ہے کہ ایک عام آدمی وہ لطف لے ہی نہیں سکتا۔ شیخ بوعلی سینا کو دنیا جانتی ہے کہ کوئی خاص مذہبی آدمی نہ تھا مگر جب جسم انسانی کی تشریح اور اعضا کے منافع کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ تو بار بار اس کا قلم بے اختیار قدرت کی کاریگری کی تعریف میں رطب اللسان ہو جاتا ہے۔

---

[1] حاجی خلیفہ۔ کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۴۰۹۔ استنبول ۱۹۴۱ء

اسلام میں فن تشریح الابدان اگرچہ خاطر خواہ قبولیت حاصل نہ کر سکا۔ انسان کی صورت گری اسلام میں ممنوع ہے پھر جسم انسانی کی چیر پھاڑ اخلاقی نقطۂ نظر سے معیوب تھی اس لئے اس فن کی زیادہ حوصلہ افزائی نہ ہو سکی مگر اس کے باوجود اس نامساعد ماحول میں بھی جن علم جو اور محققین فن نے اپنی دلچسپیاں جاری رکھیں۔ ان کے کارنامے اس قدر ہیں کہ کسی ترقی یافتہ ماحول میں بھی اس وقت اس قدر خدمات کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔

عبداللطیف بن یوسف بغدادی (پیدائش ۵۵۷ھ ۱۱۶۲ء وفات ۶۲۹ھ ۱۲۳۱ء)[1] جو فلاسفۂ اسلام میں ایک اہم ہستی ہے۔ طب اور فن تشریح کا بھی بڑا ماہر تھا۔ اس نے شام، عراق اور مصر کی سیاحت کی ہے اس کے سفر نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے جب معلوم ہوا کہ مصر کے فلاں مقام پر انسانی لاشوں کا ایک انبار ہے تو وہ اپنے چند رفقا کو ساتھ لے کر جسم انسانی کے ڈھانچوں کا معائنہ کرنے وہاں گیا اور بہت سی معلومات قلم بند کر کے لایا۔ اس نے اپنی سیاحت کے تجربات ایک مستقل کتاب "کتاب الافادۃ والاعتبار فی الامور المشاہدۃ والحوادث المعاینۃ بارض مصر" میں مرتب کئے ہیں[2]

اس فن پر مستقل کتابوں کے علاوہ اکثر اطبا نے جو طب عمومی پر کتابیں لکھی ہیں اکثر ان میں تشریح کی بحث بھی ضرور لکھی ہے۔ مثلاً شیخ بوعلی سینا کی القانون، علی بن عباس مجوسی کی کامل الصناعۃ جو کتاب الملکی کے نام سے بھی شہرت رکھتی ہے اور محمد بن زکریا رازی وغیرہ کی کتابیں ان میں بہت تفصیل سے فن تشریح اور منافع اعضا کی بحثیں ہیں اور آخر الذکر کتاب کی آٹھویں قسم تو مستقل طور پر اسی فن سے متعلق ہے۔

حاجی خلیفہ کے الفاظ فن تشریح کی تصانیف کے بارے میں یہ ہیں:-

"کتب التشریح اکثر من ان تحصیٰ" یعنی فن تشریح پر اس قدر تصانیف ہیں کہ ان کا کوئی شمار نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ وہ تمام اہل اسلام ہی کی نہیں ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ ان کو تراجم اور تشریح و تحقیق و تلخیص وغیرہ کے ذریعہ حیات نو اسلام ہی نے بخشی ہے۔ حاجی خلیفہ کی رائے یہ ہے جو بالکل درست ہے کہ اس فن میں رازی اور ابن سینا کی کتابوں سے زیادہ مفید کوئی کتاب نہیں ہے[3] یعنی شیخ الرئیس ابن سینا نے اس سلسلے میں القانون میں جو بحثیں کی ہیں ان کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اس نے وہ تمام مباحث جو جالینوس مختلف کتابوں میں بکھرے پڑے تھے ان کو نہایت خوبی سے مرتب کر دیا اور ان کو آسان اور قابل فہم بنا دیا

---

[1] الزرکلی، الاعلام ج ۴ صفحہ ۱۸۴ یہ ابن اللباد سے بھی شہرت رکھتا ہے۔ زرکلی نے اس کی بہت سی تصانیف کا ذکر کیا ہے

[2] الطب العربی از ڈاکٹر امین اسعد خیر اللہ ، عربی ایڈیشن صفحہ ۱۶۶ ، بیروت ۱۹۴۶ء

[3] حاجی خلیفہ ، کشف الظنون ج ۱ صفحہ ۴۰۹

اور پھر ابن النفیس علی بن ابی الحزم القرشی (متوفی ۶۸۷ھ ۱۲۸۸ء)[۱] جو اپنے زمانے کا فنِ طب کا امام تھا۔ اس نے جب القانون کے فنِ تشریح سے متعلق حصوں کی شرح لکھی تو اسے اور بہت آگے بڑھا دیا۔

مقالہ نگار نے قانون شیخ بوعلی سینا کی پانچوں جلدوں کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہے۔[۲] شیخ ابن سینا نے جس باریک بینی سے جسم انسانی کا تجزیہ کیا ہے اور اس کے منافع بیان کیے ہیں اور پھر یہ کہ فلاں فلاں عضو کی ساخت مثلاً یوں کی بجائے یوں ہوتی۔ انگلی تین ہڈیوں سے زیادہ یا اس سے کم پر مشتمل ہوتی تو کیا نقصانات تھے اور تین ہڈیاں ہونے کے کیا کیا فوائد ہیں۔ انگلیوں سے انگوٹھے کی ساخت قدرے مختلف کیوں ہے وغیرہ پر جو کلام شیخ نے کیا ہے قلم توڑ دیا ہے۔

اسی طرح رازی نے خود اپنے تجربات اور انکشافات کی بنیاد پر جو بحثیں کی ہیں وہ چونکہ مشاہدات پر مبنی ہیں اس لیے ان آرا کے غلط ثابت ہونے کا امکان نہیں۔

اس فن پر مستقل تصانیف میں صاحب کشف الظنون نے ابن جماعۃ کے ایک رسالے کا ذکر کیا ہے (ص ۴۰۹) ابن جماعۃ نامی متعدد مصنفین میں سے یہ ابوعبداللہ عزالدین محمد بن ابی بکر بن عبدالعزیز بن جماعۃ الکنانی الحموی ثم المصری ہیں (پیدائش ۷۴۹ھ وفات ۸۱۹ھ ۱۴۱۶ء) جو بہت سارے علوم و فنون میں حیرت انگیز مہارت رکھتے تھے انہی میں طب و جراحت اور اس کی شاخ علم تشریح بھی ہے جس میں ان کا ایک رسالہ لمعۃ الانوار ہے جو ابھی تک طبع نہیں ہو سکا۔[۳]

اس کے علاوہ تشریح پر مستقل تصانیف میں رازی کی ایک کتاب[۴] "منافع الاعضا" ہے۔[۵] اور ایک کتاب امام فخرالدین ابوعبداللہ محمد بن عمر بن حسین الرازی کی ہے جو ابن الخطیب یا ابن خطیب الری کے نام سے بھی مشہور ہیں[۶] (پیدائش ۵۴۴ھ ۱۱۵۰ء وفات ۶۰۶ھ ۱۲۱۰ء) جن کی تفسیر مفاتیح الغیب یا تفسیر رازی بہت مشہور ہے۔ مگر امام رازی کی یہ کتاب نامکمل رہ گئی اس میں صرف سر سے حلق تک کی تشریح کا بیان آیا ہے۔

محمد بن زکریا رازی نے ہیئۃ اعضاء انسانی کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں جیسے کتاب ہیئۃ القلب کتاب ہیئۃ الصماخ اور کتاب ہیئۃ المفاصل وغیرہ۔[۷]

۱۔ الاعلام ج ۵ ص ۷۸ ۲۔ مقالہ نگار نے مارچ ۱۹۷۴ء سے جولائی ۱۹۷۷ء تک انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹری اینڈ میڈیسن اینڈ میڈیکل ریسرچ نئی دہلی کے زیر اہتمام حکیم عبدالوہاب صاحب ظہوری حیدرآبادی کے ساتھ مل کر قانون شیخ کی پانچوں جلدوں کی ایڈیٹنگ کی ہے ۳۔ الزرکلی، الاعلام ج ۶ ص ۱۸۸ الطبعۃ الثالثہ ۴۔ ابن ابی اصیبعہ عیون الانباء ص ۴۲۲ (بیروت ۱۹۶۵ء) ۵۔ المصدر السابق ص ۷۷، المصدر السابق ص ۴۷۳ ۶۔ المصدر السابق ص ۴۶۱ و الزرکلی، الاعلام ج ۷ ص ۸۹

ابوالقاسم عبدالرحمن بن علی بن ابی صادق نیشاپوری جو ابن ابی صادق کی کنیت سے مشہور ہیں اور سقراط ثانی کہلاتے ہیں (وفات تقریباً ۴۷۰ھ [illegible]) انہوں نے جالینوس کی کتاب منافع الاعضاء کی شرح کی ہے جس کی ابن ابی اصیبعہ نے بہت تعریف کی ہے اس میں ہر عضو کی تشریح کا بیان ہے ۔ اس کی تالیف ۴۶۱ھ میں مکمل ہوئی ۔

ان کے علاوہ ابن الندیم نے الفہرست میں اور ابن ابی اصیبعہ نے عیون الانباء فی طبقات الاطباء میں فن تشریح کی بہت سی ان کتابوں کے نام درج کئے ہیں جن کو حبیش نے عربی میں منتقل کیا جیسے کتاب اختلاف التشریح ۔ یہ دو مقالات پر مشتمل ہے اور ایک مستقل کتاب بقراط کے علم تشریح پر ہے جو پانچ مقالات پر مشتمل ہے ۔ اسی طرح ایک کتاب ارسطاطالیس کے فن تشریح کی وضاحت پر ہے ، جو تین مقالات پر مشتمل ہے ۔ ایک کتاب رحم کی تشریح پر ہے جس میں ایک مقالہ ہے[1] اور ان کے علاوہ تاریخ طب پر نظر ڈالئے تو بے شمار کتابیں علم تشریح پر اور اس کی مختلف شاخوں پر مل جائیں گی ۔

اسلام کے قرون اولیٰ میں سرجری کی عمومیت

ہمیں کتب تاریخ اور بالخصوص تاریخ طب عربی میں بہت سے جراحوں کے حالات اور ان کے عمل جراحی کے واقعات ملتے ہیں جن میں سے کافی مقدار میں ایسے حالات قاضی ابو علی محسن بن علی التنوخی (متوفی ۳۸۴ھ ۹۹۴ء) نے الفرج بعد الشدۃ[2] میں اور جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف القفطی (پیدائش ۵۶۳ھ وفات ۶۴۶ھ) نے اخبار العلماء باخبار الحکماء[3] میں اور موفق الدین ابوالعباس احمد بن القاسم السعدی الخزرجی جو ابن ابی اصیبعہ کی کنیت سے مشہور ہیں (پیدائش ۵۹۶ھ ۱۲۰۰ء وفات ۶۶۸ھ ۱۲۷۰ء) نے "عیون الانباء فی طبقات الاطباء" میں شمس الدین محمد الشہرزوری نے تاریخ الحکماء میں طب عربی کی مسیحائی اور عربی جراحی کے واقعات بہت تفصیل سے لکھے ہیں۔

اس موخر الذکر کتاب کا اصل نام "نزہۃ الارواح و روضۃ الافراح" ہے ۔ اس کا ذکر کشف الظنون میں (۱۹۳۹/۱) میں کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں یونان اور مصر کے متقدمین و متاخرین اطباء میں سے ایک سو گیارہ اشخاص کے حالات درج ہیں۔

---

[1] ابن الندیم الوراق، الفہرست، الفن الثالث من المقالۃ السابعۃ ۔ ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء ص ۱۳۶ و تاریخ الحکماء للقفطی بتلخیص الزوزنی ص ۱۲۹ (لیپزک ۱۳۲۰ھ)

[2] یہ کتاب دو جلدوں میں ۱۹۰۳ء میں مصر میں شائع ہو چکی ہے۔

[3] اس کتاب کا اختصار زوزنی نے " المنتخبات الملتقطات من کتاب اخبار العلماء باخبار الحکماء " کے نام سے کیا ہے یہ اختصار ایک دوسرے نام "تاریخ الحکماء" سے لیپزک میں ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں اور پھر مطبع سعادۃ مصر میں ۱۳۲۶ھ میں چھپ چکا ہے ۔

اسی طرح محمد بن زکریا رازی نے الحاوی اور اپنی دیگر تصانیف میں بہت سے واقعات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جن میں بیشتر خود ان کے اپنے تجربات ہیں ذکر کئے ہیں۔ ان تمام واقعات سے یہ بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کے قرون اولیٰ میں طب یونانی عربی کی دیگر شاخوں کی طرح سرجری کبھی بہت غیر معمولی ترقی کر چکی تھی۔ اسی طرح علی بن عباس جو مجوسی کے لقب سے مشہور ہے (وفات ۴۰۰ھ ۱۰۱۰ء)[1] جسے اہل یورپ ہالی عباس کہتے ہیں۔ اس کی بے مثال کتاب کامل الصناعۃ جو کتاب الملکی کے نام سے مشہور ہے (ملک عضد الدولۃ فنا خسرو بن رکن الدولۃ حسن بن بویہ دیلمی ۳۲۴ھ ۹۳۶ء - ۳۷۲ھ ۹۸۳ء)[2] کے نام پر یہ نام رکھا گیا ہے) یہ کتاب ہمارے سامنے طب عربی کو جس شکل میں پیش کرتی ہے اس سے اس کے نہایت ترقی یافتہ اور مکمل طب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کا مقالہ ثانیہ اور مقالہ ثالثہ خاص طور پر تشریح کی بحثوں کے لئے اور انیسواں مقالہ تفصیلی طور پر سرجری کی بحثوں کے لئے وقف ہے۔ یہ کتاب ایک سو دس ابواب پر مشتمل ہے۔ بولاق سے ۱۲۹۴ھ میں طبع ہو چکی ہے۔ اور اس کا لاطینی ترجمہ لائڈن سے ۱۵۲۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔ القفطی نے شیخ بوعلی سے اس کتاب کا موازنہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ الملکی عملی طب میں فائق ہے اور القانون علم میں[3]۔

اسی طرح اسلامی ممالک میں اس عہد میں جو جگہ جگہ شفا خانے بنائے گئے تھے وہ یقیناً ماہر سرجنوں سے خالی نہ تھے۔ تاریخ میں بغداد اور قرطبہ اور ہندوستان کے کئی شفاخانوں کا ذکر ملتا ہے۔ مشہور مستشرق ڈاکٹر ڈانلڈ کیمبل کا بیان ہے کہ صرف قرطبہ میں اسلامی عہد میں تقریباً ۵۰ شفا خانے تھے[4]۔ ہندوستانی مورخین کے یہاں بھی یہاں کے اسلامی عہد کے شروع ہی سے شفا خانوں کا ذکر ملتا ہے حکیم عبدالحی الحسنی نے الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند میں متعدد شفا خانوں کا ذکر ملتا ہے۔

اس عہد کے یہ تمام شفا خانے ہر قسم کی طبی سہولتوں سے آراستہ تھے اور ان میں ہر کام کے لئے الگ الگ شعبے قائم تھے جن میں ایک شعبہ سرجری کا بھی ہوتا تھا۔ جس میں ماہر سرجن کئی کئی ہوتے تھے۔ اور سرجری کی مختلف شاخوں میں الگ الگ ماہر ہوتے تھے۔ جیسے جراحی چشم کے ماہر الکحالون۔ فصد کھولنے کے ماہر الفصادون پٹی باندھنے کے ماہر الجبائرون اور داغ دینے کے ماہر الکواؤن وغیرہ۔ ان سب حالات کا علم قفطی کی "اخبار العلماء باخبار الحکماء"

---

[1] الزرکلی، الاعلام ج ۵ ص ۱۱۱ [2] سرکیس معجم المطبوعات ص ۱۲۱۹ (مصر ۱۹۲۹ء) الزرکلی، الاعلام ج ۵ ص ۳۶۴

[3] سرکیس، معجم المطبوعات ایضاً۔ قال القفطی یقابلہ بالقانون لابن سینا، الملکی فی العمل ابلغ والقانون فی العلم اثبت (الزوزنی تاریخ الحکماء لیپسک ۱۳۲۰ھ وھو مختصر کتاب القفطی اخبار العلماء باخبار الحکماء۔

[4] ڈانلڈ کیمبل، اریبین میڈیسن ج ۱ ص ۵۶۔ طبع لندن

سے ابن ابی اصیبعہ کی "عیون الانباء فی طبقات الاطباء" سے اور ڈاکٹر امین اسعد خیر اللہ کی "الطب العربی" سے جرجی زیدان کی "تاریخ التمدن الاسلامی" سے ایڈورڈ جی براؤن[1] کی اور کمبل کی "عربین میڈیسن" وغیرہ سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

مسلم اطباء اور سرجن جو تجربات کرتے تھے تاریخ کے دفینوں میں منتشر طور پر یہ واقعات ملتے ہیں یہ تجربات وہ پرندوں، بندروں اور انسانی لاشوں پر کرتے تھے۔ زندہ انسانوں پر سرجری کے متعدد واقعات آئندہ آنے والے ہیں ان سے بخوبی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ سرجری دور رسالت میں اور اس کے بعد بھی خاصی ترقی یافتہ حالت میں موجود تھی۔ اگرچہ اس وقت تیر بہدف اور تریاق اثر دواؤں کی وجہ سے اس کی ضرورت کم پڑتی تھی اور اس وقت آپریشن کرنا طبیب کی قلت فہم اور اس کی بے بصیرتی اور عدم مہارت علاج تصور کیا جاتا تھا اور کمال یہ سمجھا جاتا تھا کہ ہر مرض کا علاج صرف دواؤں اور تدبیروں سے کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت جراحی کو قبول عام نہ ہو سکا۔ ہم اگر بنظر غائر حالات کو دیکھیں تو حقیقت بھی یہی ہے کہ اندرون جسم کا ادراک نہ کر سکنا اور دواؤں کے ذریعہ مرض پر قابو نہ پا سکنا اور نتیجۃً آپریشن تجویز کر دینا طب کا کمال نہیں بلکہ اس کا زوال ہے۔

ہمیں تاریخ میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ ایک طبیب کسی کا آپریشن کرنا چاہتا ہے مگر اپنی دیگر مصروفیات کے باعث خاطر خواہ فرصت اور اطمینان نہ پا سکا۔ یا کسی اور وجہ سے اسے موقع نہ مل سکا۔ اور اس نے اپنے ارادے کا اظہار کیا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ چیز اس کے نزدیک ممکن تھی اور وہ اس آپریشن میں کامیاب ہو جانے کا یقین رکھتا تھا۔ چنانچہ خلیفہ ہارون رشید کے عہد کا ایک مشہور امام طب یوحنا ابن ماسویہ (وفات ۲۴۳ھ، ۸۵۷ء) جس کا نشو و نما بغداد ہی میں ہوا تھا کہتا ہے کہ

> اگر بادشاہ فضول کاموں اور غیر متعلق چیزوں میں نہ الجھتا تو میں اپنے اس بیٹے زندہ کا آپریشن کرتا جس طرح جالینوس بندروں اور انسانوں کا آپریشن کیا کرتا تھا اور میں اس آپریشن کے ذریعہ ان اسباب کا پتہ لگا لیتا جن کی بنا پر یہ کچھ بلید اور بدصورت ہو گیا۔ اور اس کی خلقی کمزوری سے لوگوں کو بچا لیتا اور اس مرض کے سلسلے میں لوگوں کے لئے کچھ تجربات حاصل کرتا جن کو میں اپنی کتاب میں درج کرتا جو ایسے لوگوں کی ترکیب بدنی اور مجاری عروق و اوردہ اور ان کے اعصاب کے متعلق معلومات فراہم کرتے۔ لیکن بادشاہ

---

[1] براؤن کی کتاب کا اردو ترجمہ اور حواشی از حکیم نیر واسطی بھی اس سلسلے میں بہت مفید خدمت ہے اور اصل کتاب پر بہت سے استدراک و اضافات بھی ہیں۔

اس کا موقع نہیں دیتا۔[51]

اس پورے واقعہ سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ ابن ماسویہ اپنے اس بیٹے کا جو اپریشن کرنے کا تہیہ کیے ہوئے تھا یہ یقیناً کوئی معمولی اپریشن نہ ہوتا بلکہ جسم کے بہت اہم اور نازک حصوں مثلاً دماغ وغیرہ کا ہوتا۔

زخموں کے علاج کی تاریخ میں یہ واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ جب خلیفہ راضی باللہ نے مشہور خطاط اور اس کی حکومت کے اہم وزیر ابن مُقلہ (محمد بن علی پیدائش ۲۷۲ھ ۸۸۶ء وفات ۳۲۸ھ ۹۴۰ء) کا کسی بات پر ناراض ہوکر ہاتھ کاٹ دیا اور قید کردیا۔[52] تو اس کے ہاتھ میں شدید ٹیسیں اور بڑی بے چینی تھی خلیفہ نے طبیب فاضل ابوالحسن ثابت بن سنان بن ثابت بن قُرّہ (وفات ۳۶۵ھ ۹۷۶ء) کو بلایا اور ابن مُقلہ کے علاج کی فرمائش کی۔ خود ثابت کا بیان ہے کہ میں جب اس کے پاس جیل خانہ میں گیا تو وہ شدتِ تکلیف سے تلملا رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر رو دیا اور اپنا کٹا ہوا ہاتھ دکھایا۔ ثابت کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس کے کٹے ہوئے حصے پر بہت موٹے کپڑے کا چیتھڑا لپٹا ہوا تھا جو سُتلی سے کسا ہوا تھا۔ میں نے سُتلی کھولی اور چیتھڑا اتارا تو اندر کٹے ہوئے حصے پر گوبر لپٹا ہوا تھا۔ میں نے وہ صاف کیا۔ صندل، گلاب عرق اور کافور لگایا تو اسے قدرے سکون ملا۔ اور تھوڑی دیر بعد اس کی ٹیسیں رک گئیں۔[53]

سرجری سے خلفائے اسلام، تابعین اور ائمہ کی واقفیت

کسی فن کی اصطلاحات اور الفاظ یعنی ٹرمنالوجی (TERMINOLOGY) کا کسی معاشرے کے ایسے لوگوں میں پایا جانا جو باقاعدہ اس خاص فن کے لوگ نہ ہوں اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ یہ فن اس عہد میں بہت عام اور شائع و ذائع تھا۔ جیسے کچھ عرصہ قبل مسلم معاشرے کے پڑھے لکھے لوگوں میں مشہور و معروف یونانی ادویہ کے نام، شکل اور افعال و خواص نوک زبان تھے۔ اور رات دن کی بول چال اور محاورات کا ایک حصہ بن گئے تھے۔ مثلاً روغن بادام کی تاثیر کے سلسلے میں فارسی کا یہ مصرع جزو ادب اردو ہے کہ

" روغن بادام خشکی می نمود"

اس طرح دردِ سر میں صندل کی افادیت اور پھر اس طویل الجھن سے بیزاری کا اظہار کس خوبی سے کیا گیا ہے۔[54]

---

51. ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء، صہ ۲۲۵، القفطی، تاریخ الحکماء، صہ ۳۹۰ (لیپ سک ۱۳۲۰ھ)

52. راضی باللہ نے ۳۲۲ھ میں اسے وزیر بنایا اور پھر کسی بات پر ناراض ہوکر ۳۲۴ھ میں قید کردیا۔ پھر کچھ مدت بعد اس کا دایاں ہاتھ کٹوادیا۔ پھر ۳۲۶ھ میں اس کی زبان بھی کٹوادی (زرکلی، اعلام ج ۷، صہ ۲۰۵)

53. ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء، صہ ۳۰۶

دردِ سر کے واسطے صندل لگانا ہے مفید   پیسنے گھسنا پھر لگانا دردِ سر یہ بھی تو ہے

شیخ امیر اللہ تسلیم لکھنوی نے بنفشہ کا ذکر کس بے ساختگی سے کیا ہے ؎

ایک دو دن زور نزلے کا رہا   جب بنفشہ پی لیا جاتا رہا

امیر مینائی نے محبوب کی گالیوں کا خوشگوار ہونا بیان کیا ہے تو اس کو سنکھیا سے تشبیہہ دیتے ہوئے تسلیم و رضا کا اظہار کیا ہے ؎

آپ دیں گالی مجھے ہو ناگوار   سنکھیا ہوگی تو کھالی جائے گی

میر حسن دہلوی نے مثنوی سحر البیان میں ثمر شباب کی تشبیہہ میں گل بنفشہ اور کنول کی کلی کے رنگوں کے امتزاج سے جو نقشہ کھینچا ہے اگر مخاطب ان کے رنگوں سے ناآشنا ہو تو تشبیہہ بالکل بے مزہ ہو جائے ؎

گیا حُسن کا باغباں دھر کے بھول   کنول کی کلی پہ بنفشے کا پھول

اور اب جب سے طب یونانی کا وہ پہلا رواج کم ہوا اور ایلوپیتھک دوائیں زیادہ رواج پذیر ہوئیں تو لوگ ان دواؤں کے ناموں تک سے ناآشنا ہو گئے اور وہی طرح طرح کی گولیوں اور انجکشنوں اور مختلف قسم کے وٹامنوں سے اُسی طرح واقفیت ہو گئی جو اس وقت ایلوپیتھک دواؤں کے مقبول ہونے کا زندہ ثبوت ہے۔

بالکل اسی طرح اسلام کے قرونِ اولیٰ میں سرجری اور اعضاء انسانی کے مختلف منافع و خواص اور زخموں کے مختلف احوال اور ہر حال کے لئے اور ہر حصہ جسم کے زخم کے لئے علیحدہ علیحدہ ناموں کا پایا جانا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اس وقت کی علمی سطح پر سرجری کا بہت گہرا اثر تھا ہم صرف خلفاء اسلام اور تابعین اور قضاۃ و فقہا اور قانون شریعت کے ماہرین کے یہاں اس قسم کے الفاظ کا بے شمار استعمال دیکھتے ہیں یقیناً اسی طرح دیگر علوم کے ماہرین کے یہاں بھی یہ الفاظ ضرور ہوں گے۔

ہم یہاں اولاً چند مثالیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ امام احمد اور ابن حزم اندلسی ظاہری (پیدائش ۳۸۴ھ ۹۹۴ء) وفات ۴۵۶ھ ۱۰۶۴ء) کے فیصلوں سے درج کرتے ہیں۔ جن سے زخموں اور ان کی کیفیات سے ان کی واقفیت کا پتہ چلتا ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ نے دیت و قصاص کے احکام بیان کرتے ہوئے ایک خط میں لکھا کہ۔

ایما عظم کسر ثم جبر کما کان ففیہ حقتان یعنی جس کی ہڈی ٹوٹی اور پھر جیسی تھی ٹھیک ویسی ہی جڑ گئی تو اس کو دو حقے[1] دئے جائیں گے۔

---

[1] وہ اونٹ یا اونٹنی جو تین سال کا ہو کر چوتھے سال میں لگ جائے۔

اسی طرح ایک اور فیصلے میں حضرت عمرؓ نے طے کیا کہ جس کا ہاتھ یا ٹانگ ٹوٹ جائے۔ یا ران کی ہڈی ٹوٹ جائے پھر وہ جُڑ جائے تو اسے دو حِقّے دئے جائیں گے۔[1]

کسی نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ ایک شخص نے کسی کا دانت توڑ دیا تو اس کے قصاص کی کیا صورت ہو گی؟ تو انہوں نے فرمایا " یُبْرَدُ یعنی جھاڑ وَیُبْرَدُ بِالمِبْرَدِ یعنی ریتی سے اس کا دانت ریت کر ختم کر دیا جائے گا۔[2]

ابن حزم فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی کا ہونٹ کاٹ ڈالا تو اوپر کے ہونٹ کے بدلے پوری دیت کا ایک تہائی دیا جائے گا۔ اور نیچے کے ہونٹ کے بدلے دیت کا دو تہائی دیا جائے گا[3] اور اس فرق کی وجہ جو بیان کی گئی ہے وہ بڑی عمدہ ہے فرماتے ہیں کہ لانہا تَرُدّ الطعام والشراب یعنی نیچے والے ہونٹ کی دیت ڈبل اس لئے ہے کہ یہ کھانے پینے کی چیزوں کو اپنے اندر روکنے اور چبانے وغیرہ میں مدد دیتا ہے۔

آپ اندازہ کیجیئے کہ جسم انسانی کے چھوٹے چھوٹے اعضاء کے منافع اور ان کے باریک فرقوں پر ان چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے فقہاء کرام جن کا یہ فن نہیں تھا ان کی کس قدر گہری نظر تھی تو اطباء جن کا موضوع بحث ہی جسم انسانی اور اس کے اعضاء ہیں ان کی نگاہ کس قدر گہری اور دقیقہ رس ہو گی اور تشریح جسم انسانی کے بارے میں وہ کس قدر بصیرت رکھتے ہوں گے۔

عہد رسالت میں آپریشن | حمید بن زنجویہ[4] محدث نقل کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ انصاری صحابہ حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ ہمارے ایک آدمی کو استسقاء ہو گیا ہے آپ سے اس کے علاج کی اجازت لینا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کیا علاج کرو گے؟ عرض کیا کہ یہاں ایک یہودی ہے جو پیٹ چاک کر کے علاج کرتا ہے۔ آپؐ نے ناپسند فرمایا۔ اور اجازت نہ دی۔ یہ لوگ دو تین بار آئے اور اجازت حاصل کرنے کے لئے اصرار کیا۔ آخر آپؐ نے اجازت دے دی انہوں نے اس یہودی معالج کو بلایا۔ اس نے اس کا پیٹ چاک کیا اور اس کے پیٹ سے ایک پرندے کے بچے کی شکل کا کچھ نکالا۔ پھر پیٹ کی اندر سے دھلائی کی اور اسے سی دیا۔ اور مرہم وغیرہ لگاتا رہا یہاں تک کہ وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ صحت یاب ہونے کے بعد ایک بار اس کو مسجد میں گزرتے

---

[1] ابن حزم، المحلی ج ۱۰ ص ۴۳۱ (مصر ۱۳۵۲ھ) [2] ایضاً [3] ایضاً

[4] حمید بن مخلد زنجویہ بن قتیبہ الازدی النسائی، بڑے ائمہ حدیث میں ہیں۔ "نساء" میں علوم حدیث کے پھیلانے والے یہی محدث ہیں، مشہور امام حدیث احمد بن علی بن شعیب نسائی جن کی سنن صحاح ستہ میں شامل ہے ان کے بعد کے ہیں حمید بن زنجویہ نے ۲۵۱ھ میں وفات پائی اور امام نسائی ۲۱۵ھ ۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے (الاعلام ج ۱ ص ۲۶۴)

ہوئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دور سے دیکھا تو پوچھا کہ یہ فلاں آدمی تو نہیں ؟ عرض کیا گیا کہ جی ہاں وہی ہے
آپ نے اسے بلایا اور اس کا پیٹ دیکھا تو وہ بالکل ٹھیک تھا۔ آپ نے فرمایا ان الذی خلق الداء جعل
له دواء الا السام بلاشبہ جس نے بیماریاں پیدا کی ہیں اس نے ہر بیماری کی دوا بھی پیدا فرمائی ہے علاوہ موت کے
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولاً معاملے کی نزاکت کے پیش نظر اجازت نہیں دی پھر انہوں نے غالباً
بتایا ہوگا کہ وہ مرض میں ایسا ماہر ہے اور فلاں فلاں کیسوں میں کامیابی سے علاج کر چکا ہے اس لئے آپؐ نے اجازت
دے دی۔ اور اسے دیکھ کر جو تاثر آپؐ نے ظاہر فرمایا اس سے اس کی کھلی تائید اور اس فعل کی پسندیدگی ظاہر
ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص کے پیٹ میں "جوی" ہو گیا تھا حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے ایک طبیب کو حکم دیا کہ اس کا پیٹ چاک کر کے اس کا علاج کرے[1]۔
"جوی" گندے پانی اور فاسد مادوں کے پیٹ میں جمع ہو جانے کو کہتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں استسقاء
ہو جاتا ہے۔ حافظ ابن قیم الجوزیہ کہتے ہیں کہ اطباء کے درمیان اس بارے میں اختلاف رائے ہے کہ اس مادہ
فاسدہ کے اخراج کے لئے پیٹ میں سوراخ کرنا یا شگاف دینا درست ہے یا نہیں ؟
جو اطباء اس رائے کے مخالف ہیں وہ اس علاج کے پُرخطر ہونے اور اس طریقۂ علاج کے بعد شفایابی کے
غیر یقینی ہونے کو دلیل بناتے ہیں اور جو اطباء اس کی اجازت دیتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اپریشن کے سوا چارہ
کار نہیں ہے اس لئے (احتیاطاً) اسی کو اختیار کرنا چاہئے۔ اس کی حیثیت فصد عروق کر کے دم فاسد نکالنے کی
سی ہے البتہ یہ اس کے مقابلے میں زیادہ پُرخطر ہے۔
حافظ ابن قیم کہتے ہیں یہ تمام گفتگو (استسقاء کی تین قسموں میں سے) صرف استسقاء "زقی" کے بارے میں
ہے "طبلی" اور "لحمی" کے بارے میں نہیں[2]۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حضرت علیؓ کے ہاتھوں کمر کا آپریشن

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری کی عیادت کے لئے گئے جس کی کمر میں
ورم تھا۔ لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ اس کی کمر میں مواد پڑ گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کا
آپریشن کر ڈالو۔ "بطوعنه" اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپؐ نے فرمایا الا تخرجوه عنه یعنی اس مواد
کو نکال کیوں نہیں دیتے ؟ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں بلا تاخیر آگے بڑھا اور اس کا اپریشن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ابن قیم، زاد المعاد ج ۳ صفحہ ۱ [2] ایضاً

کی موجودگی ہی میں کر دیا فما برحت حتی بُطّ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم شاہد[1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مریض کا اپریشن

مسند بزار میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ میں دو حقیقی بھائی آئے۔ اسی دوران اتفاق سے ایک شخص کے جسم میں تیر پیوست ہو گیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے عزیزوں کو فرمایا کہ وہ جو دو بھائی آئے تھے انہیں بلاؤ۔ چنانچہ وہ حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم لوہے سے علاج کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں ہم دور جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے اس ساتھی کا علاج کرو۔ انہوں نے اس کا جسم چاک کیا اور تیر نکال کر دوا دارو کرتے رہے یہاں تک کہ وہ زخم خوردہ صحابی شفایاب ہو گئے۔

اسی طرح معجم طبرانی میں ہے کہ ایک شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے جسم میں کہیں زخم تھا اور وہ آپ سے اس زخم کا اپریشن کرانے کی اجازت لینا چاہتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ نے اسے اجازت دے دی[2]

ایک صحابی نے خود اپنی اہلیہ کے پیٹ کا اپریشن کیا

حیّان بن ابجر کنانیؓ ایک صحابی ہیں جن کا تذکرہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ ج ۱ ص ۶۳۶ میں کیا ہے۔ ان کے متعلق طبرانی نے اپنی معجم میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے خود اپنی بیوی کا پیٹ چاک کر کے علاج کیا[3]

ایک صحابی کا خود اپنے ہاتھ سے اپنے پیٹ کا اپریشن

حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں ایک صحابی کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے پیٹ میں کوئی تکلیف تھی اس کے علاج کے لئے انہوں نے طے کیا کہ وہ خود ہی اپنے پیٹ کو چاک کر کے علاج کریں گے۔ اور وہ اس علاج میں ماہر بھی تھے۔ چنانچہ انہوں نے یہی کیا مگر اپریشن کامیاب نہ رہا اور وہ اسی میں فوت ہو گئے۔

یہ واقعہ میں نے کچھ عرصہ قبل الاصابہ میں دیکھا تھا مگر اب مقالے کی ترتیب کے دوران بالکل ذہن میں نہیں آتا کہ کس صحابی کے حالات میں تھا اس لئے افسوس ہے کہ جلد اور صفحہ نمبر کا حوالہ نہیں دیا جا سکتا۔ کوئی صاحب نظر اگر رہنمائی فرمائیں تو کرم ہوگا۔

---

[1] حوالہ سابق۔ حافظ ابن قیم الجوزیہ نے اس کو " روی عن علی " کہہ کر بلا حوالہ لکھا ہے۔ حافظ ابو بکر ہیثمی نے مجمع الزوائد ج ۵ ص ۹۹ میں یہی واقعہ مسند ابی یعلی کے حوالے سے ذکر کیا ہے البتہ اس میں " بُطّ " کا لفظ ہے یعنی اپریشن کر دیا گیا۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کرنے کا ذکر نہیں فرمایا

[2] نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۹۹

[3] یہ واقعہ اصابہ میں نہیں ہے۔ حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں بروایت عبداللہ بن یحییٰ حضرمی نقل کیا ہے (ج ۵ ص ۹۹

ظاہر ہے کہ اس واقعہ میں ناکامی تو سوءِ تدبیر اور فیصلہ تقدیر کی وجہ سے ہوئی لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ یہ صحابی آپریشن کے معاملے میں اتنے ماہر تھے اور انہیں اپنے فن پر اتنا اعتماد تھا کہ انہوں نے خود اپنے ہاتھ سے اپنا علاج ممکن سمجھا۔ اس سے اس عہد میں ایسے بڑے بڑے آپریشنوں کا عام طور پر پایا جانا معلوم ہوتا ہے۔

پلاسٹک سرجری | ہمیں عہدِ رسالت میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی آپ کے علم میں لا کر اور کبھی خود آپ کے حکم سے مسخ شدہ اعضاء کی اصلاح و تکمیل کرائی۔ فوت شدہ اعضاء کے متبادل اعضاء نصب کرلئے یا اسی قسم کی کارروائیاں اعضاء جسمانی میں کرائیں جنہیں آج کل پلاسٹک سرجری کا نام دیا جاتا ہے۔ ان چیزوں کا ذکر حدیث و سیرت اور فقہ کی کتابوں میں منتشر طور پر مختلف مواقع کی مناسبت سے آتا رہتا ہے۔ ہم ان منتشر تنکوں کو چن چن کر ایک چھوٹا سا آشیانہ کاغذی بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جس سے عہدِ رسالت میں سرجری کی کیفیت کا اندازہ کرنے میں مدد ملے گی۔

سونے کی ناک | مسند احمد، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی، صحیح ابن حبان، سنن ابی داؤد طیالسی مشکل الآثار للطحاوی اور ابونعیم اصبہانی (پیدائش ۳۳۶ھ/۹۴۸ء، وفات ۴۳۰ھ/۱۰۳۸ء) کی حلیۃ الاولیا میں عبدالرحمان بن طرفہ کی روایت سے یہ واقعہ ملتا ہے جو درس نظامی کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح میں بھی نقل کیا گیا ہے کہ راوی مذکور عبدالرحمان کے دادا عرفجہ بن اسعد بن کرز التیمی السعدی جو دورِ جاہلیت کے بڑے شہسواروں میں تھے اسلام سے قبل ایک جنگ میں جو یوم الکلاب[1] کے نام سے مشہور ہے ان کی ناک کٹ گئی تھی۔ ان کے پوتے عبدالرحمان کا بیان ہے کہ انہوں نے چاندی کی ناک لگوالی۔ بعد میں اسلام قبول کرنے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ذکر کیا کہ اس میں بدبو پیدا ہو گئی ہے تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ سونے کی ناک بنوالو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور خود انہی کا بیان ہے کہ اس میں پھر بدبو پیدا نہیں ہوئی۔[2]

---

[1] کلاب کے پیش سے اور لام بلا تشدید یہ کوفے اور بصرے کے مابین ایک چشمہ تھا۔ اسلام سے قبل یہاں دو بڑی مشہور جنگیں ہوئی تھیں جو یوم الکُلاب الاول اور یوم الکلاب الثانی کے نام سے مشہور ہیں (علی قاری، مرقات شرح مشکوٰۃ بہامش المشکوٰۃ ص ۳۷۹ دہلی۔ والساعاتی بلوغ الامانی ج ۱۷ ص ۲۷۲ مصر ۱۳۷۳ھ و طاہر پٹنی مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۲۲۵ نول کشور لکھنؤ ۱۳۱۴ھ)

[2] مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۷۹۔ الزیلعی۔ نصب الرایہ ج ۴ ص ۲۳۶ (مجلس علمی ڈابھیل ۱۳۵۷ھ) الطحاوی مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۶۹ (حیدرآباد ۱۳۳۳ھ) ابن حجر: الاصابہ ج ۲ ص ۴۶۷ رقم الترجمہ ۵۵۰۸ (مصر ۱۳۳۹ھ) الساعاتی الفتح الربانی ج ۱۷ ص ۲۷۲

امام ابوجعفر طحاوی (وفات ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ "عرفجہ" نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کر کے سونے کی ناک لگوانے کی اس لیے اجازت چاہی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ جو "الصدا" ایک قسم کا زنگ جو چاندی کو لگتا ہے جو اس قسم کے استعمال میں بدبو پیدا ہو جانے کا باعث ہوتا ہے وہ زنگ سونے کو نہیں لگتا اور اس میں بدبو پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا[1]۔

سونے سے دانتوں کی بندش مشہور محدث سلیمان بن احمد الطبرانی (پیدائش ۲۶۰ھ ۸۷۳ء وفات ۳۶۰ھ ۹۷۱ء) معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ میرے والد کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ دانتوں کو سونے سے بندھوالو[2]۔

محدث عبدالباقی بن قانع بغدادی (پیدائش ۲۶۶ھ ۸۸۰ء وفات ۳۵۱ھ ۹۶۲ء) نے معجم الصحابہ میں اور بزار نے اپنی مسند میں عبداللہ بن عبداللہ بن اُبیّ بن سلول رضی اللہ عنہ کا بیان خود اپنے بارے میں نقل کیا ہے کہ میرے سامنے کے دو دانت جنگ اُحد میں ٹوٹ گئے تھے تو مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں دانت سونے کے لگوانے کا حکم فرمایا[3]۔

طبرانی نے معجم میں بیان کیا ہے کہ خادم رسول حضرت انسؓ کے چند دانت سونے سے بندھے ہوئے تھے[4]۔

اسی طرح عبداللہ بن امام احمد بن حنبل نے مسند میں نقل کیا ہے کہ کوفہ کے گورنر مغیرہ بن عبداللہ کے دانت سونے سے بندھے ہوئے تھے۔ حدیث کے راوی حماد بن سلیمان نے امام ابراہیم بن اسود نخعی سے اس بارے میں دریافت کیا کہ کیا یہ فعل (یعنی سونے کا اس غرض سے مرد کے لئے استعمال) درست ہے یا نہیں؟ تو امام نخعی نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں[4]۔

امام طحاوی نے مغیرہ بن عبداللہ کا یہی واقعہ نقل کیا ہے مگر اس میں دانت بندھوانے کے بجائے "ضبّب اسنانہ" کے الفاظ ہیں یعنی ان کے دانتوں پر سونے کا خول چڑھا ہوا تھا[5]۔

---

[1] الطحاوی، مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۵۱ [2] الزیلعی، نصب الرایہ ج ۴ ص ۲۳۷۔ الہیثمی، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۵۰ الساعاتی، بلوغ الامانی ج ۱۷ ص ۲۷۳۔ بلوغ الامانی میں صحابی کا نام عبداللہ بن عمرو لکھا گیا ہے یہ درست نہیں۔

[3] الزیلعی، نصب الرایہ ج ۴ ص ۲۳۷۔ الہیثمی، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۵۰ الساعاتی، بلوغ الامانی ج ۱۷ ص ۲۷۳

نوٹ۔ نصب الرایہ میں "عبداللہ بن ابی بن سلول" ہے یہ سقط ہے یہ واقعہ عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی بن سلول کا ہے

[4] الہیثمی، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۵۰ الزیلعی، نصب الرایہ ج ۴ ص ۲۳۷ [5] ہیثمی، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۵۰ والساعاتی الفتح الربانی ج ۱۷ ص ۲۷۲ ۔ الطحاوی، مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۷۱

امام ترمذی فرماتے ہیں بہت سے اہل علم (صحابہ و تابعین) کے بارے میں یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے سونے سے اپنے دانتوں کو بندھوایا۔[1]

دانتوں پر سونے کا خول چڑھانا | عبداللہ بن احمد بن حنبل نے المسند میں نقل کیا ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر سونے کا خول چڑھا ہوا تھا۔[2]

روایت کے الفاظ " ضَبَّبَ اسنانہ " ہیں جس کا مفہوم لسان العرب اور تاج العروس وغیرہ کے مطابق یہ ہوتا ہے کہ الاحتواء علی الشئ، والقبض علیہ، یقال : اَضبَّ الشیٔ وَضَبَّبَہ اخفاہ[3]

یعنی کسی چیز کو اپنے اندر سمو لینا اور اس پر حاوی ہو جانا۔ اور یہ ایسے مواقع پر بولا جاتا ہے جب کوئی چیز کسی چیز کو اپنے اندر چھپا لے۔

طحاوی اور زیلعی نے اور کئی واقعات صحابہ و تابعین کے نقل کئے ہیں جنہوں نے اپنے دانتوں پر سونے کا خول چڑھوایا یا سونے سے ان کو بندھوایا ہے۔[4]

اپریشن کی غرض سے ممنوع مقامات کے بال کاٹنے کی اجازت | حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم کے جن حصوں کے بال کاٹنے کی ممانعت فرمائی ہے اگر اپریشن کی غرض سے ان مقامات کے بال کاٹنے کی ضرورت ہو تو آپ نے صراحت کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے۔ مثلاً سر کے تمام بال چھوڑ کر صرف گدی کے بال کاٹنے کی ممانعت ہے۔ مگر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حلق القفا الا للحجامۃ[5]

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گدی کے بال کاٹنے سے منع فرمایا ہے اگر حجامت کی غرض سے ہو تو اجازت ہے۔

---

[1] الساعاتی۔ بلوغ الامانی ج ۱۷ ص ۲۷۳

[2] الزیلعی، نصب الرایہ ج ۴ ص ۲۳۷، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۵۰، الفتح الربانی ج ۱۷ ص ۲۷۳

[3] الافریقی، لسان العرب ج ۱ ص ۵۴۱ (بیروت ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۵ء)، الزبیدی، تاج العروس ج ۳ ص ۲۳۱ (الکویت ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۷ء)

[4] نصب الرایہ ج ۴ ص ۲۳۷، مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۷۳

[5] طبرانی فی الصغیر و الاوسط۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۹ (مصر ۱۳۵۳ھ)

حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ضبط و ترتیب۔ مولانا انیس الرحمان بنوی حقانی۔ بنوں

ارباب اختیار مسلمانوں کے حقوق و فرائض

روورل اکیڈمی پشاور میں زیر تربیت اعلیٰ افسران کی ایک جماعت پچھلے سال بھی دو چار روز بغرض تربیت دارالعلوم حقانیہ میں مقیم رہی۔ اس اثنا میں دارالعلوم کے مرحوم اور بزرگ استاد حضرت علامہ مولانا عبدالحلیم مردانی قدس سرہٗ نے بھی انہیں دو ایک لیکچر دیئے۔ پیش نظر خطاب اسی موقعہ کا ہے جس میں موقعہ کی مناسبت سے ارباب اختیار افراد کو ان کی نازک ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جو صرف ایک علمی سرمایہ نہیں بلکہ مولانا مرحوم کا ایک بیش قیمت تبرک بھی ہے جسے الحق کے ذریعہ عام کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

مسلم حکمران کے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں۔ رعیت اور عامۃ الناس کے متعلق آپ حضرات کی خدمت میں دو احادیث پیش خدمت ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "ما من عبد یسترعیہ اللہ رعیۃ یموت یوم یموت وھو غاش لرعیتہ الا حرم اللہ علیہ الجنۃ"

راعی دراصل چرواہے کو کہتے ہیں۔ حاکم وقت قوم اور رعیت کا چرواہا ہوتا ہے۔ یعنی ان کا خادم اور ان کے مصالح کے لئے ہر وقت کوشاں رہتا ہے۔ جیسا کہ چرواہا بھیڑ بکریوں کی ہر ممکن اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ اگر وہ حاکم وقت ظالم ہو تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔ کیونکہ ظالم حکمران پر جنت حرام ہے۔ اس کا یہی مطلب اور یہی حاصل ہے۔

دوسری حدیث "ما من امیر یلیہ امر المسلمین الخ" کوئی امیر جو ولایت عامہ پر سرفراز ہو۔ اگر وہ رعیت کے لئے نصیحت کی بات اختیار نہ کرے۔ وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ اس حدیث سے مسلمان حکمران کی دو ذمہ داریاں معلوم ہوئیں۔ ایک رعیت کے لئے نصیحت دوسری ترک ظلم۔ نصیحت خیر خواہی کو کہتے ہیں۔ تو مسلم

حکمران کے ذمہ یہ لازم ہے کہ اپنی رعیت کی خیرخواہی کرے۔ نصیحت بمعنی خلوص کے بھی آتا ہے۔ جیسے توبتہ النصوح خالص توبہ جس میں دوبارہ گناہ کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

خیرخواہی کی دو قسمیں ہیں۔ دینی اور دنیاوی۔ پھر دینی خیرخواہی کی تین صورتیں ہیں۔ اپنی تمام رعیت کے بالغ افراد تک احکام خداوندی پہنچانا۔ اسلام کی اشاعت کرنا۔ ان کے عقائد کی اصلاح کرنا۔ اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلانہ سکھانا۔ شعائر اسلام کی تعظیم کی تعلیم دینا۔ اور یہ دینی خیرخواہی، دنیاوی خیرخواہی پر مقدم ہے۔ کیونکہ دنیا کی حیات طیبہ کا دین پر انحصار اور دارومدار ہے۔ بخلاف دنیوی مصالح کے کہ وہ صرف دنیا ہی کے لئے کام آتے ہیں۔ احکام خداوندی سکھانے کے بعد اس کا دوسرا فریضہ یہ ہے کہ رعیت کو دین پر عمل کرنے پر آمادہ کرے۔ بچے یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے لئے خیر کس چیز میں ہے اور شر کس میں۔ لیکن والدین ان کو خیر اور شر میں تمیز کراتے رہتے ہیں۔ بچے تعلیم سے متنفر رہتے ہیں کیونکہ ان کو تعلیم کا نتیجہ معلوم نہیں ہے۔ لیکن والدین ان کو تعلیم پر مجبور کرتے ہیں۔ اسی طرح عوام میں بھی مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں امیر کا فرض ہے کہ ان کو دینی احکام پر عمل کرنے کی طرف آمادہ کرے۔

محتسب کا تقرر امیر کے فرائض میں سے ہے۔ احکام خداوندی کی خلاف ورزی کی صورت میں امیر کا فرض ہے کہ جو تعزیرات اور عقوبات شریعت نے مقرر کی ہیں وہ ان کو نافذ کرے۔ تیسری صورت دین کی خیرخواہی کی ہے۔ اسلام پر اگر مخالفین حملہ آور ہوں یا ملحدین، دہری، مرزائی مستشرقین اور اسلام دشمن عناصر جتنے بھی ہوں۔ حملہ آور ہوں۔ ان کی مدافعت کرے۔ جس طرح ہر ایک حکومت، اپنے قانون کی حفاظت کے لئے پولیس مقرر کرتی ہے۔ اسی طرح مسلم حکمران کے ذمہ یہ فرض ہے کہ جو لوگ اسلام دشمن اور اسلام پر حملہ آور ہیں ان کی مدافعت کے لئے اہل لوگوں کو مقرر کرے۔ عقائد، اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کا تحفظ امیر کا اولین فریضہ ہے۔

دنیاوی ذمہ داری | امن عامہ۔ ہر شخص خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ اس کے مال و جائیداد کی حفاظت کرے چوری۔ ڈاکہ اور رہزنی سے اسے محفوظ رکھے۔ ان کی جان کی قتل آب رو ریزی اور ہر ناجائز تصرف سے ان کی اور ان کی اولاد کی حفاظت کرے۔ بچوں کے اغوا سے ان کی حفاظت کرے۔ آپ لوگ اخباروں میں دیکھتے ہیں خاص کر نوائے وقت کی شکایات کے سلسلہ میں کوئی فریاد کرتا ہے کہ میری بیوی بچے اغوا کر لئے گئے ہیں۔ ضیاء الحق صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کی اولاد غیر شرعی تصرفات سے محفوظ رہے۔

فصل خصومات۔ یعنی عدل و انصاف کے محکموں کو قائم رکھنا۔ ان میں ایسے لوگوں کو یہ کام تفویض کرنا جو اس کے اہل ہوں۔ قانون شرعی سے پوری طرح واقف ہوں۔ دیانت دار اور سیاست دان ہوں۔ ہر مستحق کو اپنا حق بغیر

رشوت کے، بغیر کسی تکلیف برداشت کرنے کے۔ بغیر مدتوں کی تگ و دو کرنے کے جو آج کل ہو رہا ہے پہنچائے۔

ظلم کی تعریف۔ ظلم عدل کا ضد اور مقابل ہے۔ عدل ہر مستحق کو اپنا حق دینا۔ اس کو انصاف اور عدل کہا جاتا ہے۔ ظلم اس کے خلاف ہے کسی مستحق سے اپنا حق چھیننا۔ اپنے حق سے محروم رکھنا یا دوسرے لفظوں میں بلا وجہ اضرار۔ یعنی بغیر کسی جائز اور کسی شرعی وجہ سے ضرر پہنچانا۔ چاہے جانی ہو۔ چاہے مالی ہو۔ چاہے آبرو ریزی ہو۔ اس کا نام ہے ظلم۔

حکومت کے ظلم کے تین طریقے ہیں۔ حکومت یعنی حکمران طبقہ براہ راست اپنی رعیت پر ظلم کرے۔ ان کے اموال کو ان سے غصب کریں۔ بغیر کسی شرعی وجوہ کے جائز وجوہ کے قتل جائز رکھے۔ خون خرابہ کرتے رہے بغیر کسی شرعی حجت کے لوگوں کو قتل کرتا رہے۔ بغیر کسی وجہ کے براہ راست رعیت کی آبرو ریزی اور عصمت دری کرے۔ یہ مسلمان حکمران کا رعیت پر براہ راست ظلم ہے۔ دوسری قسم ظلم کی یہ ہے۔ ظلم پیشہ فساق و فجار، رہزنوں اور جرم پیشہ لوگوں کو آزاد چھوڑیں۔ غریب عوام کے ساتھ جو چاہیں کریں۔ کسی کو قتل کر دیا۔ کسی کا مال چھین لیا۔ کسی کی چوری کر دی۔ ڈاکہ کر دیا۔ کسی کی بیٹی اغوا کر دی۔ کسی کا بیٹا اغوا کر دیا۔ کسی کی بیوی اغوا کر دی۔ کسی کے بال بچے اغوا کر دئے۔ حکومت اس قسم کے لوگوں آزاد چھوڑ دے۔ ان کو کوئی سزا نہ دے۔ ان کو جرائم سے بند نہ کرے۔ یہ دوسری قسم ہے ظلم کی۔

تیسرا قسم ظلم بیت المال کا ہے۔ قومی خزانے کا نام بیت المال ہے جس میں قوم کے روپے جمع ہوں صرف مصلحت قوم اور مصلحت ملک کے لئے۔ اگر مسلم حکمران اس قومی خزانے کو ذاتی مفاد میں خرچ کرتے رہے۔ یہ ظلم ہے۔ اس کا کوئی حق اس میں نہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ چراغ جلاتا تھا حکومت کے کاروبار کے لئے۔ جب کوئی پرائیویٹ شخص کوئی بات پوچھنے کے لئے آتا تو فوراً چراغ بجھا دیتا تھا۔ اور یہ فرماتا تھا کہ یہ چراغ بیت المال کے مال سے جلتا ہے اس کو صرف قوم کے مصالح میں صرف کیا جائے گا۔ تو قومی خزانے کو اپنی ذاتی مفاد میں خرچ کرنا اس کو اپنا ذاتی جائیداد سمجھ کر استعمال کرنا یہ ظلم ہے۔ اس طرح فضول باتوں اور فضول کاموں میں صرف کرنا جیسا کہ موجودہ وقت میں ہاکی کرکٹ پر بے دریغ خزانے کا ضیاع۔ اب تو عجیب باتیں سننے میں آتی ہیں کہ لڑکیوں کا بھی ہاکی ٹیم ہے۔ اور میدانوں میں ہاکی کھیلتے ہیں۔ ثقافت کے نام پر کیا کچھ ہو رہا ہے؟ قوم و ملک کو اس سے کیا فائدہ سوائے اس کے کہ فواحش کی اشاعت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ فضول محکموں میں یہ قومی خزانے صرف کرنا یعنی وہ محکمہ جات جس سے ملک کو کوئی فائدہ نہ ہو۔ یہ تیسرا ظلم ہے۔

یہ ذمہ داریاں ہیں مسلم حکمران کی۔ اب آپ غور فرما دیں کہ موجودہ دور حکومت میں مسلم حکمران طبقے کو اپنی ذمہ داریوں کا

کچھ احساس ہے یا نہیں۔ سب سے پہلے ہم نے عرض کیا تھا کہ دینی خیرخواہی مسلمان حکمران پر رعیت کے لئے فرض ہے تو آئیے ہماری تعلیمی مراکز میں کیا ہو رہا ہے۔ آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ شریعت کے اصطلاح میں علم کی تعریف کیا ہے۔ اور ہماری محاورات میں علم کسے کہتے ہیں۔ دین اور شرع کے اصطلاح میں علم تین چیزوں کا نام ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ۔ آيَةٌ مُحْكَمَةٌ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ۔ فَرِيضَةٌ۔ عَادِلَةٌ قرآنی آیتوں کا علم اور عملی احکام کا علم اور انہی پر انسانی کمال کا دار و مدار ہے۔ انسان کا کمال صحیح عقائد شریفانہ اخلاق اور صالحانہ اعمال سے ہوتا ہے۔ اور اسی پر (حیات طیبہ) کا دار و مدار ہے۔ پس علم درحقیقت ان مسائل کے جاننے کا نام ہے جن سے کمال انسانی عقل کامل۔ عقائد صحیحہ۔ اخلاق حسنہ اور شریفانہ اعمال پیدا ہوں۔ شرعی اصطلاح میں اسی کا نام علم ہے۔ اور لغت کے اعتبار سے علم بمعنی دانستن۔ دانستن کا معنی ہے سیکھنا۔ جو چیز بھی سیکھنے سے تعلق رکھتی ہو۔ صنعت و حرفت۔ ڈاکٹری انجنیری وغیرہ سب کو ہمارے محاورہ میں دانستن کہتے ہیں۔

لیکن شرع اور دین میں وہ علم جس سے تکمیلِ انسانیت اور جو مدار کمالِ انسان ہے۔ وہ عبارت ہے قرآن حدیث اور احکام شرعیہ کے سیکھنے اور جاننے سے۔ تو یہ زبان دانی صنعت و حرفت انجنیرنگ و ڈاکٹری وغیرہ یہ شرعی علوم نہیں بلکہ ان کو صنائع اور ہنر کہتے ہیں۔ شریعت کی نگاہ میں ان چیزوں کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ لیکن ہماری تعلیمی مراکز میں ان چیزوں کو اوّلیت و فوقیت کا مقام دیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص پرائمری پاس ہو تو اس کو تعلیم یافتہ کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی کو قرآن پاک بمع مفہوم و معنی کے حفظ ہو۔ اس کو عالم یا تعلیم یافتہ نہیں کہتے۔ آج کل ہمارے تعلیمی مراکز سے یہی آواز اٹھتی ہے کہ اسلام مردہ باد۔ حکومت اس کی کیا مدافعت کرتی ہے۔ کیا حکومت نے ان لوگوں کا مواخذہ کیا ہے۔ ان کی گرفت کی ہے۔ انہی تعلیمی مراکز میں مخرب اخلاق باتوں کی تعلیم ہوتی ہے اخلاق سوز لٹریچر تقسیم ہوتا ہے جیسا کہ ہمیں معلوم ہے۔ بس یا لاری میں دو کالج کے (سٹوڈنٹس) طالب علم سوار ہوتے ہیں تو ان کی مستی اور حرکات سے تمام مسافر پریشان ہوتے ہیں۔

قانون کی حفاظت کے لئے کیا ذرائع ہیں۔ یہاں آپ دیکھتے ہیں شب و روز ظلم ہوتا رہتا ہے۔ محکموں میں نااہل لوگ مقرر ہیں۔ قانون شرعی سے ان کو کوئی واقفیت نہیں۔ سب صرف کمائی کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اپنی ذمہ داری کا انہیں کوئی احساس نہیں۔ ڈاکہ زن اور رشوت خور ہیں۔ معمولی مقدمہ برسوں جاری رہتا ہے۔ اسی طرح اغوا، چوری اور قتل کے بے شمار واردات ہیں۔

ثقافتی طائفوں۔ ہاکی اور کرکٹ اور کھیل پر تو بے دریغ روپیہ اور قومی خزانہ بہایا جا رہا ہے اور جو لوگ اپنا حق الخدمت مانگتے ہیں ان پر لاٹھی چارج اور آنسو گیس استعمال کیا جاتا ہے۔ کیا یہ عدل ہے۔ کیا یہ انصاف کا تقاضا ہے کیا اسلام ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے۔ خدا کے ہاں گرفت ہوگی۔ اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں ؎

اِک غل مچا ہوا ہے کہ مسلم ہے خستہ حال پوچھے ذرا کوئی کہ مسلمان ہے کہاں

یہ ایک وسیع مضمون ہے۔ میں ذرا کمزور ہوں اس سے زیادہ تفصیل نہیں کر سکتا۔ مسلم حکمران کی جو دینی اور دنیوی ذمہ داریاں ہیں وہ میں نے بیان کر دیے۔ کہ وہ اپنی رعیت کی دینی خیر خواہی ترک ظلم یعنی انصاف اور نصیحت کے لئے کوشاں رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ ہے۔ اس نے بارگاہِ ایزدی میں التجا کی۔ کہ بار الٰہا۔ یہ سب مخلوق نافرمان ہیں۔ آپ ان کو سزا کیوں نہیں دیتے۔ ہلاک کیوں نہیں کرتے۔ ارشاد ہوا کہ کمہار کے پاس جاؤ اور اس سے دو گھڑے خریدو اور پھر اس کو کہو کہ میں ان دو گھڑوں کو آپ کے سامنے توڑتا ہوں تو وہ کیا جواب دے گا۔ جب وہ کمہار کے پاس گئے۔ گھڑے خرید لئے۔ قیمت ادا کر دی۔ پھر اس کو کہا کہ میں ان کو توڑتا ہوں۔ اس نے کہا نہیں۔ میرے سامنے ان کو نہ توڑو۔ گھڑے چھوڑ دو اور اپنی قیمت واپس لے لو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ تو آپ نے اپنی قیمت کے لئے بنائے ہیں۔ کمہار نے کہا۔ کہ توڑنے کے لئے نہیں بنائے۔ میرے سامنے ان کو نہ توڑو۔ اس سے کام لو۔ کیونکہ میں نے ان کو کام کے لئے بنائے ہیں۔ تو اگر ایک کمہار اپنے دو گھڑوں کے توڑنے پر خوش نہیں ہوتا تو میں اپنے مخلوق کی تباہی پر کیسے خوش ہو جاؤں۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ اِنَّ امراۃً دخلت فِی النَّار فِی ھِرَّۃٍ ہرہ بلی کو کہتے ہیں۔ ایک عورت نے بلی پکڑ کر باندھ دی۔ چھوڑتی بھی نہ تھی کہ وہ اپنے لئے رزق تلاش کرے۔ اور نہ خود اس کو کھلاتی پلاتی تھی۔ نتیجۃً وہ مر گئی۔ دخلت النار۔ وہ بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو گئی۔ یہ بھی مخلوق خدا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لا یرحم اللہ من لا یرحم۔ جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔ اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ مسلم حکمران اللہ کی طرف سے خلیفہ ہوتا ہے۔ السلطان العادل ظل اللہ فی الارض۔ سلطان عادل یعنی وہ حکمران جو مستحق کو اپنا حق پہنچا دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا رحمت ہے۔ من اکرمہ اکرمہ اللہ۔ من اہانہ اہانہ اللہ۔ اس سلطان عادل کا جو اکرام کرے عزت کرے اللہ تعالیٰ اس کی عزت کرتا ہے اور جو اس کی توہین کرے۔ اہانت کرے اللہ تعالیٰ اس کی توہین کرتا ہے۔ مگر ظالم سلطان کا یہ حکم ہے۔ جو حدیثوں میں بیان کیا گیا۔ کہ اپنی رعیت کی خیر خواہی نصیحت اور وہ ان پر ترک ظلم نہ کرے۔ وہ اللہ سے رحم کا امیدوار نہیں ہو سکتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بیت المال کا ایک اونٹ باہر نکلا۔ موسم گرما کے عین دوپہر میں خود اس کے پیچھے دوڑے جا رہے تھے۔ غلام نے کہا۔ میں حاضر ہوں۔ آپ نے کہا۔ آپ کی ضرورت نہیں۔ مجھ سے پوچھا جائے گا۔ تم حاکم نہیں۔ میں حاکم ہوں۔ تم خلیفہ نہیں ہیں خلیفہ ہوں۔ اور بیت المال کا نگران۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے میں جواب دہ ہوں گا۔ مجھ سے پوچھا جائے گا۔ بقیہ ص ۴۷

adarts HRA-2/81

ڈاکٹر ابوالفضل محمت ردان، دانش آباد، پشاور یونیورسٹی

علامہ عبدالعزیز المیمنی
اور
ادبِ عربی
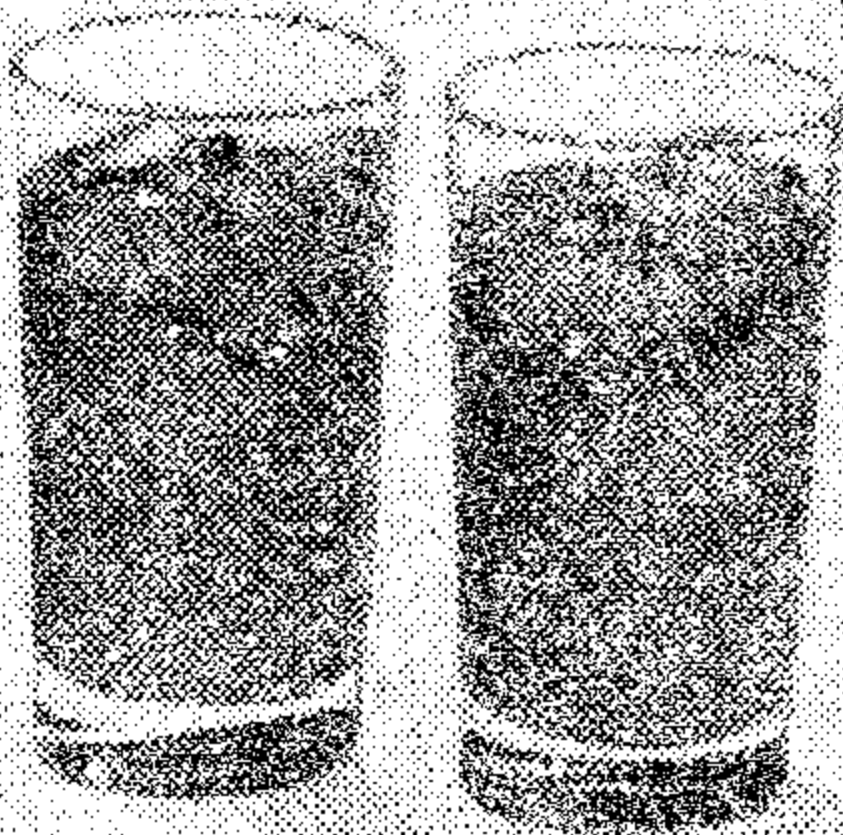
پچھلے ماہ ایک دفعہ میرے ایک بیٹے نے مجھ سے پوچھا " حاجی اسلامیہ کالج پشاور کا سنگ بنیاد کس نے رکھا تھا " میں نے کہا " حاجی صاحب ترنگ زئی نے " لیکن اسلامیہ کالج میں حاجی صاحب کے نام کی کوئی تختی نظر نہیں آتی جس سے معلوم ہو کہ کالج کے بانی حاجی صاحب تھے۔ کالج کے ہال پر روس کیپل کے نام کا بورڈ لگا ہوا ہے "

" یہ روس کیپل کون تھا " برخوردار نے پوچھا۔

میں نے جواب دیا " یہ صوبہ سرحد کا رسوائے زمانہ انگریز حکمران تھا جس نے صوبہ سرحد کے ان بزرگانِ دین کی آبرو ریزی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی جو پاک و ہند میں انگریزی حکومت کے خلاف تھے۔ ان بندگانِ خدا میں حاجی صاحب ترنگ زئی سرفہرست تھے۔

حاجی صاحب نے علاقہ غیر میں ہجرت کی وہاں سے انہوں نے انگریزوں کے جبر و استبداد کے خلاف کئی جنگیں لڑیں۔ روس کیپل مردود نے مجاہدین اور ان کے لواحقین کو ان کی جائیدادوں سے محروم کر دیا۔ ان کے گھروں کو بمباری سے مسمار کر دیا۔ اور علماء دین کے خلاف اس قدر مذموم پروپیگنڈہ کیا کہ اس کا اثر انگریزی ذہنیت والے افراد میں آج بھی موجود ہے۔

لڑکے نے بحث کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ جس گھر میں کوئی پرایا آدمی عارضی سکونت اختیار کرتا ہے تو اس گھر پر وقتی طور پر اپنے نام کا سائن بورڈ بھی لگاتا ہے۔ لیکن اس کے جانے کے بعد مالک مکان فوراً پرانا سائن بورڈ اتار کر اپنا بورڈ آویزاں کر دیتا ہے۔ انگریز خبیث تو چلے گئے لیکن پاکستان کے در و دیوار پر آزادی کے ۳۴ سال گزر جانے کے باوجود بھی ان کے نام نظر آتے ہیں۔ مثلاً ہیلر ہوسٹل، ہارڈنگ ہوسٹل، ایڈورڈ کالج، ڈو کالج، میو ہسپتال، لیڈی ریڈنگ ہسپتال، اور ایبٹ آباد وغیرہ۔ کیا ہم اس قابل نہیں کہ ان ناموں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر ان کی بجائے اپنے مشاہیر، علماء دین، سائنس دان اور سیاستدانوں کے نام نصب کریں؟

کیا ہمارے علماء دین اس اعزاز کے مستحق نہیں؟ جنہوں نے پاک و ہند کو آزاد کرایا۔

میں نے کہا تو نے بجا کہا۔ ہمارے علماء دین و مشائخ مثلاً حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، مولانا محمود الحسن صاحبؒ اسیر مالٹا، مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ، مولانا عبیداللہ صاحبؒ سندھی، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، علی برادرانؒ، مولانا محمد شفیعؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور مولانا عبدالعزیز المیمنی یہ اور تاریخ اسلام کے اور بہت سی ایسی نامور ہستیاں ہیں کہ اگر کوئی نہ کوئی شہر، ادارہ، سڑک، عمارت، کارخانہ، باغ، کتب خانہ وغیرہ کی نسبت ان سے کردی جائے تو موجودہ اور آنے والی نسل کے ذہن میں ان کے متعلق سوالات ابھریں گے۔ اور اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لئے ان کی سوانح کی ورق گردانی کریں گے۔

بغداد میں کوئی بھی ایسا ادارہ نہیں جو تاریخ اسلام کے بہادروں سے منسوب نہ ہو مثال کے طور پر "مطار مثنیٰ" (مثنیٰ ایرپورٹ) ظاہر ہے کہ مثنیٰؓ حضور کے ایک مشہور صحابی تھے۔ کربلا سے مشرق کی طرف ایک گاؤں کا نام "مُسَیَّب" ہے اور یہ بھی ایک صحابی کا نام ہے۔ ہم نے منٹگمری کا نام بدل کر ساہیوال رکھا پتہ نہیں کہ ساہی وال کا کیا مطلب ہے۔ اور لائل پور کو فیصل آباد سے بدلا۔ ۳۰ سال کے عرصہ میں صرف ایک شہر کے نام کو اسلامی سانچے میں ڈھالا۔ تاکہ شاہ فیصل مرحوم کی یاد پاکستان میں تازہ رہے۔

برخوردار نے مزید پوچھا یہ میمنی صاحب کون ہیں جن کا ذکر آپ سے سنتا رہتا ہوں۔ لیکن پاکستانی پریس، ٹیلیویژن اور ریڈیو میں کبھی نہیں سنا۔ کبھی یوم وفات کی تاریخ پر ان سے متعلق کوئی مقالہ شائع ہوا اور نہ کبھی کوئی تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔

برخوردار کو مطمئن کرنے کے لئے میمنی صاحب کے حالات زندگی اور ادب عربی کے ضمن میں ان کی خدمات پر تقریر کی۔ پھر چاہا کہ اس تقریر کو تحریر کی شکل میں قارئین الحق کی خدمت میں پیش کروں۔

آپ کی ابتدائی زندگی وہ خود اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ "اگر خدا نے مجھے بیٹا دیا تو میں اسے دینی تعلیم کے لئے وقف کروں گا"۔ ان کے والد اور چچا خود بڑے عالم تھے۔ چنانچہ جب میمنی صاحب ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے اور سن شیر خواری سے گذر گئے تو آپ کے والد اور چچا نے آپ کی تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ علوم دین کی ابتدائی کتب آپ نے گھر پر پڑھیں پھر دہلی چلے گئے۔ ۱۹۱۱ء تک یہاں تعلیم میں مصروف رہے بعد ازاں مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات امتیاز سے پاس کئے۔

ملازمت سرحد کی خوش نصیبی دیکھئے کہ یہ "عربی ادب" کا گوہر ملازمت کے سلسلے میں پشاور آتے اور یہاں ایڈورڈ کالج میں عربی فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ یہ ۱۹۲۰ء کا زمانہ تھا یہاں آپ نے اپنا فرض منصبی خوش اسلوبی

سے نبھایا۔ پھر آپ اورنٹیل کالج لاہور چلے گئے۔ یہاں درس و تدریس کے بعد آپ اپنا زیادہ وقت پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں گذارتے۔ آپ اپنے وسیع مطالعہ کی بدولت عربی کے متبحر عالم بن گئے۔

جامعہ علی گڑھ میں ملازمت | آپ کی تحقیق و تدقیق کی شہرت سن کر علی گڑھ یونیورسٹی کی انتظامیہ نے آپ کو عربی و فارسی کی پوسٹ کی پیش کش کی۔ جسے آپ نے قبول فرمایا۔ آپ سے پہلے اس عہدے پر کوئی مستشرق فائز ہوتا تھا کیونکہ کوئی ہندوستانی استاد میسر نہ تھا۔ ۲۵ سال تک آپ علی گڑھ میں رہے۔ آپ کی شہرت عرب ممالک تک پھیل گئی۔

عربوں میں مقبولیت | مصر، دمشق اور بغداد یونیورسٹی نے آپ کو عربی زبان کی اکادمیوں کا ممبر منتخب کیا آپ کے تحقیقی مضامین وہاں کے عربی مجلوں میں شائع ہوتے رہے۔ ۱۹۲۶ء میں حکومت عراق نے عربی زبان کے ہزار سالہ جشن میں آپ کو مجلس تنفیذی کا صدر مقرر کیا اور مستقل دعوت نامہ بھیجا۔ لیکن حکومت ہند اور عراقی حکومت کے مابین اختلافات کی بنا پر انگریز ملعون نے جشن میں شمولیت کی اجازت نہ دی۔

۱۹۵۷ء میں جب آپ فریضہ حج ادا کرنے سعودیہ عرب گئے تو سعودی حکومت نے آپ کو شاہی مہمان بنایا وہاں کے شاہی شاعر نے آپ کی عربی خدمات کے اعتراف میں ایک پُرمغز قصیدہ پڑھا۔

پاکستانی شہریت | ۱۹۵۰ء میں جب آپ علی گڑھ یونیورسٹی سے ریٹائر ہوئے تو کئی عرب ممالک نے تقاضا کیا کہ آپ اپنی تحقیق و تدقیق کا کام ان کے ہاں جاری رکھیں۔ لیکن آپ نہ مانے۔ اس وقت (۱۹۵۰ء) پاکستان میں مقیم مصری سفیر نے کوشش کی کہ اگر عربی ادب کا یہ قیمتی لعل عربوں کے حصے میں نہیں آتا تو نہ سہی لیکن پاکستان کے حصے میں ضرور آنا چاہئے۔ چنانچہ سفیر مذکور کی کوشش سے میمنی صاحب نے ۱۹۵۴ء میں پاکستانی شہریت قبول کر لی اور عرب دنیا میں ہندی کے بجائے پاکستانی نام سے مشہور ہوئے۔

ڈائرکٹر | ان دنوں پاکستان کا صدر مقام کراچی تھا۔ وہاں بحوث اسلامیہ کے ادارے کے ڈائرکٹر بنائے گئے۔ بعد ازاں یہ ادارہ اسلام آباد آیا تو آپ بھی یہیں منتقل ہوگئے۔ دیگر خدمات کے علاوہ آپ کی بڑی خدمت یہ ہے کہ آپ نے عرب و عجم کی بہترین کتب سے ادارے کا کتب خانہ مزین کیا۔ خود دیار عرب گئے اور وہاں سے نادر کتابیں چن کر لائے۔ پاکستان کے قریہ قریہ پھر کر اسلاف کی متروکہ کتب اور مخطوطات قیمتاً یا ہدیتاً جمع کر کے لائبریری کو زینت بخشی۔

ادب عربی میں آپ کا مقام | جب تک یورپ اور مسلمانوں میں یکساں سطح پر مقابلے اور مقاتلے ہوتے رہے تو مسلمان فاتح اور عیسائی مفتوح رہا۔ جب اس سے کام نہ چلا تو اہل یورپ نے مستشرقین کا ایک طائفہ جنم لیا۔ زر کثیر سے عربی ادب و علوم کی نادر کتب کا اپنی زبانوں میں اس طائفے نے ترجمہ کیا۔ پھر مسلمانوں نے مستشرقین

کے منحرف تراجم کو اساس بنا کر اپنی جامعات میں عربی و اسلامیات کے نصاب مرتب کئے۔ یہ کام آسان تھا اس سے کہ خود اسلامی مصادر کی تہ تک پہنچتے اور نصاب مرتب کرتے۔

میمنی صاحب نے تحقیق و تنقید کا ایک ایسا سائنٹیفک طریقہ اختیار کیا جس کو آپ سے پہلے کسی عربی عجمی یا مستشرق نے اختیار نہیں کیا۔ مثلاً آپ نے ثابت کیا کہ محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کے داماد نہیں تھے بجائے اس کے کہ روایات کا ایک ڈھیر لگاتے۔ آپ نے سائنسی طریقہ اختیار کیا وہ یہ کہ آپ نے ثابت کیا کہ حجاج کی کوئی بیٹی نہ تھی تو داماد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کسی حد تک میمنی صاحب نے ہمیں مستشرقین سے مستغنی کر دیا۔

عراقی سکالر کا اعتراف | ویسے تو تمام عرب دنیا آپ کی خدمات کی معترف ہے جس کا احاطہ کرنا اس مختصر مقالے میں مشکل ہے۔ تاہم بطور نمونہ ڈاکٹر صالح ضامن کی احساسات کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جن کا اظہار انہوں نے بغداد کے ایک ہفتہ وار کثیر الاشاعت مجلے " الف باء " میں شیخ عبدالعزیز المیمنی کے متعلق فرمایا تھا۔

پاکستان سے ہمیں شیخ عبدالعزیز المیمنی کی وفات کی خبر پہنچی ہے۔ مرحوم عربی اور اسلامی میراث پھیلانے والے شہسواروں کے سرخیل تھے۔ عربی ادب کے نوادر اور نفائس ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے قارئین کو پیش کرتے وہ مسلسل جد و جہد کی وجہ سے نصوص عربیہ کی تہ تک پہنچ جاتے اور ان کی فصاحت و بلاغت کی ایسی نشاندہی کرتے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ وہ ایک جلیل القدر عالم، ایک عالمگیر فاضل، صادق التجربہ اور ثاقب النظر محقق و مدقق تھے۔ اس نے اپنی زندگی میں اسلامی و عربی تراث (ترکہ) کی خدمت کے لئے وقف فرمایا تھا انہوں نے تنقید و تحقیق کے طفیل ایسی کتابیں منظر شہود پہ لائیں۔ جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں۔

اب تک جب ہمیں کسی تحقیقی کام میں شک و شبہ پڑتا ہے تو ہم آپ کی تحقیقی کام کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس سے رشد و ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

آپ کے تحقیقی کاموں کے چند نمونے | آپ کے تحقیقی کام بہت زیادہ ہیں جن کا ذکر کرنا بہت طوالت ہے تاہم بمصداق " مشتے نمونۂ خروارے است " چند نمونے پیش خدمت ہیں۔

اقلید الخزانہ۔ خزانۃ الادب ولب لباب لسان العرب لعبدالقادر البغدادی (۱۰۳۰ھ ۱۰۹۳ھ) عربی ادب میں ایک ضخیم کتاب ہے اور قیمتی کتابوں کا ایک مجموعہ ہے۔ لیکن اس مجموعے کے اصل اور مصادر نامعلوم تھے آپ نے ان کتابوں کی اصل اور مصادر دریافت کئے اور خزانۃ الادب میں کچھ اضافے بھی کئے۔ اپنے اس تحقیقی عمل کا نام آپ نے " اقلید الخزانہ " رکھا۔ ایک مصری ادیب و ناقد عبدالسلام محمد ہارون نے آپ کے اس شہ پارہ کو بے حد سراہا ہے۔

سمط اللآلی فی شرح امالی القالی ۔ اندلس کے عبدالرحمن الناصر نے (۳۰۰ ۔ ۳۵۰ھ) ابوعلی القالی کو اپنے بیٹے الحکم کے لیئے اتالیق مقرر کیا تھا ۔ الحکم نے اپنے استاذ سے املائی شکل میں استفادہ کیا تھا ۔ بعد میں ان امالی کو کتابی شکل دی گئی اور چار جلدوں کا مزید اضافہ اس میں کر دیا گیا اس مجموعے کا نام امالی لابی علی القالی پڑ گیا ۔ شیخ عبدالعزیز المیمنی نے بڑی تحقیق و تدقیق سے اس کی تنقیح فرمائی اور اس کاوش کا نام آپ نے سمط اللآلی رکھا ۔

بعد میں انہیں ابوعبید کی کتاب " التنبیہ " جرمنی میں ملی جو مذکورہ امالی پر ایک تنقیدی جائزہ تھا تو آپ نے التنبیہ اور سمط اللآلی میں کوئی خاص فرق نہیں پایا ۔

الحماسۃ الصفوی ۔ انسان فطری طور پر متجسس واقع ہوا ہے ۔ جب بھی دنیا میں آنکھیں کھولتا ہے تو اپنے ماحول کو سمجھنے کے لیئے سوالات کا بھر مار کرتا ہے ۔

ابوتمام حبیب بن اوس الطائی (۱۸۸ ۔ ۲۳۱ھ) کے حماسہ سے عربی ذوق رکھنے والے حضرات واقف ہیں ۔ ابوتمام نے عربی شعراء کے منتخب شہ پارے اپنے حماسے میں جمع کیئے ۔ نہ شاعر کی مختصر تاریخ درج تھی نہ شاعر کے دیوان کا حوالہ تھا اور نہ اشعار کی سباق و سیاق کی طرف کوئی اشارہ ملتا تھا ۔ شیخ نے مذکورہ مشاکل کے حل کا بیڑا اٹھایا ۔ آپ کا یہ تحقیقی کام حماسۃ صغری کے نام سے مشہور ہوا ۔

ابوالعلاء و مالیہ ۔ احمد بن عبداللہ بن سلیمان التنوخی (۳۶۳ ۔ ۴۴۹ھ) جو ابوالعلاء المعری کے نام سے تاریخ ادب عربی میں مشہور ہیں ، جو نابینا تھے اور ہندی فلسفہ کی طرف مائل تھے ۔ شیخ صاحب نے اس نابینا کی ادبی ، شعری اور فلسفیانہ افکار پر ایک تحقیقی کتاب لکھی جو " ابوالعلاء و مالیہ " کے نام سے مشہور ہوا ۔

ایک مصری ادیب طٰہٰ حسین (۱۸۸۹ ۔ ۱۹۷۳ء) پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیئے ابوالعلاء پر ایک تحقیقی کام کیا ۔ جو ذکری ابی العلاء کے نام سے مشہور ہوا ۔ شیخ صاحب کا تحقیقی تجربہ گاہ ہند تھا اور طٰہٰ حسین کا عربی ادب کے گہوارے مصر میں مگر جب نقادوں اور شائقین نے دونوں کتابوں کا موازنہ اور مقارنہ کیا تو ہمارے شیخ کا شاہکار بہت وزنی نکلا ۔

دیوان حمید بن ثور ۔ اس مقتدر اور عالی المرتبہ صحابی کے اشعار عربی ادب میں موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے ۔ آپ نے نہایت احتیاط سے ایک ایک شعر کا کھوج لگایا ۔ ادب کی کتابوں کی ورق گردانی کی ۔ ان سب کو ایک لڑی میں پرو دیا ۔ جو عربی ادب میں دیوان حمید بن ثور کے نام سے مشہور ہوا ۔ دارالکتب المصریہ نے اسے ۱۹۵۱ء میں شائع کیا ۔

دیوان سحیم عبد بنی الحسحاس ۔ دیوان حمید بن ثور کی طرح اس مقتدر صحابی کے گوہر جیسے اشعار ادب عربی

میں منتشر اور بکھرے ہوئے پڑے تھے۔ آپ نے اسے عربی مصادر کے حوالے سے ایک دیوان کی شکل میں مرتب کیا اور انہی کے نام سے منسوب کیا۔ اسے بھی دارالکتب المصریہ نے شائع کیا۔

کتاب التنبہات علی اغالیط الرواۃ | "کتاب التنبہات" علی بن حمزۃ المصری کی تالیف ہے۔ علی بن حمزہ مشہور شاعر ابوالطیب المتنبی (۳۰۳ - ۳۵۴ھ) کا دوست تھا۔ میمنی صاحب نے اس کی مصادر کی نشاندہی کی۔ اس پر بہترین تعلیقات لکھے اس کے مغلقات کو تسہیلات میں تبدیل کیا اور کتاب التنبہات علی اغالیط الرواۃ کے نام سے عربی کتب خانہ میں ایک نادر نسخے کا اضافہ کیا۔

کتاب المنصوص والممدود للفراء۔ شیخ نے اس کتاب کی طرف بھی توجہ کی اس کے بہت سے نقائص کو دور کیا۔ اور سائنٹیفک طریقے سے ترتیب دی جسے ایک نئے انداز میں مکتبہ دارالمعارف مصر نے شائع کیا۔

لسان العرب لابن منظور جمال الدین۔ علامہ عبدالعزیز صاحب کی نگاہ نقد و تحقیق اس شاہکار پر پڑی تو اپنی عمر کا ایک قیمتی حصہ اس پر صرف کر دیا۔ کتاب کے استعمال کے لئے رہنما اصول وضع کئے۔ کتاب پر ایک مستقل حاشیہ لکھا۔ لغات کی مغلقات کو حل کر کے ایک دوسرے مصادر عربیہ سے انہیں مربوط کیا۔

حرف آخر | دسمبر ۱۹۷۶ء میں جب میں بغرض پی۔ ایچ۔ ڈی جامعہ بغداد پہنچا تو وہاں کے علماء و فضلاء نے مجھ سے شیخ عبدالعزیز المیمنی کے متعلق بہت سے سوالات کئے۔ میں نے گول مول جوابات دئے کیونکہ پاکستان میں میں صرف انہیں ایک معمولی عالم جانتا تھا۔ دیارِ عرب میں جب ان کی فضیلت مجھ پر عیاں ہوئی تو میں حیران رہ گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو اتنی بڑی ہستی سے نوازا ہے کہ وہ عربوں کے نزدیک عربی ادب کے بیسویں صدی کے سب سے بڑے نقاد اور محقق ہیں اور ان کے تحقیقی کاموں نے عربی کتب خانوں کو زینت بخشی ہے ایک سکالر نے راقم سے کہا۔ کہ "ہم مولانا مودودی کو عربیت کا بڑا فاضل سمجھتے تھے لیکن جامعہ بغداد میں اردو میں تقریر کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کا ترجمان جو پاکستانی تھا بھی عربی زبان پر ان سے زیادہ قادر ہے مگر میمنی صاحب کی تقریر اور تحریر نے ہم پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ جب کبھی ہم ان کی تخلیقات کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پاکستان کا نام ہمارے ذہنوں میں ابھرتا ہے جب تک ان کی تالیفات باقی رہیں گی پاکستان کا نام ان کے سامنے زندہ رہے گا۔

آج کل ہمارے ملک میں فاؤنڈیشن کی بھرمار ہے فوجی فاؤنڈیشن۔ شاہین فاؤنڈیشن۔ پولیس فاؤنڈیشن اور سیر فاؤنڈیشن وغیرہ۔ کیا کسی میمنی فاؤنڈیشن کا قیام ممکن نہیں جس میں عرب بھی سرمایہ لگائیں اور پاکستان کے علاوہ پاکستانی مخیر بھی۔ تاکہ علامہ صاحب کے تحقیقی کام کو آگے بڑھایا جا سکے۔

جناب پروفیسر محمد اسلم صاحب ۔ لاہور

قسط ۴

علی گڈھ میں چند روز

مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کا شمار برعظیم پاک و ہند کی عظیم لائبریریوں میں ہوتا ہے۔ پہلے یہ لائبریری لارڈ لٹن وائسرائے ہند (۱۸۷۶ء تا ۱۸۸۰ء) کے نام کی مناسبت سے "لٹن لائبریری" کہلاتی تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی وفات کے چند سال بعد جب لائبریری کی نئی عمارت تیار ہوئی تو پنڈت جواہر لال نہرو نے اس کا افتتاح کرتے ہوئے اسے مولانا آزاد کے نام معنون کر دیا۔

اس لائبریری میں مطبوعہ کتابوں کا صحیح اندازہ لگانا بڑا مشکل ہے۔ جہاں تک مخطوطات کا تعلق ہے شاید ہی بھارت کی کوئی لائبریری اس کی ہم پلہ ہوگی۔ رضا لائبریری رام پور میں عربی، فارسی اور اردو کے مخطوطات کی تعداد سترہ ہزار اور خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور (پٹنہ) میں پندرہ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ مولانا آزاد لائبریری میں مخطوطات کی تعداد ان دونوں لائبریریوں کے مخطوطات کی تعداد کے برابر ہے۔

مخطوطات کا ایک مجموعہ "یونیورسٹی کلکشن" کے نام سے معروف ہے۔ اس مجموعہ میں وہ نوادرات شامل ہیں جو یونیورسٹی نے خریدے ہیں یا دوسرے ذرائع سے حاصل کئے ہیں۔ گورکھپور کے ایک صاحب ذوق رئیس سبحان اللہ نے اپنا بیش قیمت مجموعہ کتب یونیورسٹی کے سپرد کر دیا ہے۔ اس مجموعہ میں سینکڑوں نادر مخطوطات بھی ہیں۔ اسلامیہ کالج اٹاوہ کے قلمی نوادرات بھی مولانا آزاد لائبریری میں محفوظ کر دئے گئے ہیں۔ سر شاہ سلیمان عبدالسلام اور شیفتہ کے کتاب خانے بھی اب آزاد لائبریری کا حصہ بن چکے ہیں۔ سب سے اہم مجموعہ مخطوطات مولانا حبیب الرحمن خان شروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر) کا ہے جو ان کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق آزاد لائبریری کو ملا ہے۔ حبیب گنج لائبریری کے آزاد لائبریری میں شامل ہونے سے لائبریری کی مطبوعہ کتابوں اور مخطوطات میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔

اردو ادب اور زبان کے نامور مورخ رام بابو سکسینہ کی ذاتی لائبریری، مولانا آزاد لائبریری میں شامل ہو گئی ہے۔ اسی طرح مولانا عبدالماجد دریا بادی کا جمع کردہ علمی سرمایہ بھی یونیورسٹی نے ان کے ورثا سے خرید لیا ہے مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کی اردو کتابیں مولانا آزاد لائبریری کو ملی ہیں۔ اور

عربی کتابیں دارالعلوم دیوبند کے حصہ میں آئی ہیں۔

بھارت میں آئے دن فرقہ وارانہ فسادات ہوتے رہتے ہیں اس لئے مسلمانوں کے جان و مال کو ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے۔ اسی خطرہ کے پیش نظر بعض اہل علم حضرات نے اپنی ذاتی لائبریریاں مسلم یونیورسٹی کو ہبہ کر دی ہیں تاکہ ان کا جمع کردہ علمی سرمایہ نذر آتش ہونے سے بچ جائے۔

لائبریری میں مخطوطات کی مائیکروفلم یا فوٹوسٹیٹ نقل لینے کا خاطر خواہ انتظام ہے۔ ایسے کاتب بھی مل جاتے ہیں جو پورا مخطوطہ نقل کر دیتے ہیں۔ اس لئے اہم مخطوطات کی نقول بڑی آسانی سے مل جاتی ہیں۔

پہلے مطبوعات اور پھر مخطوطات کے شعبہ میں جناب عبدالستار خان شروانی نے بڑی شائستہ خدمات انجام دی ہیں۔ موصوف بڑے اچھے ادیب ہیں۔ اور مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حبیب الرحمن خان شروانی کے انداز میں لکھتے ہیں۔ انہوں نے ان دونوں بزرگوں کی مکاتبت اپنے طویل دیباچہ کے ساتھ "کاروانِ خیال" کے عنوان سے شائع کی ہے۔ خان صاحب اب کبر سنی کی بنا پر ملازمت سے سبکدوش ہو چکے ہیں اور سماجی کاموں میں وقت صرف کرتے ہیں۔

آزاد لائبریری کے شعبہ مخطوطات میں ایک قابل ذکر بزرگ مولوی معین الدین تھے جو اب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ مرحوم فاضل دیوبند تھے اور نوجوانی ہی میں حبیب گنج لائبریری سے منسلک ہو گئے تھے۔ مولوی صاحب ۲۰ برس تک حبیب گنج میں رہے اور ۱۹۶۰ء میں جب یہ لائبریری علی گڑھ منتقل ہوئی تو لائبریری کے ساتھ موصوف بھی علی گڑھ آ گئے اور تادم واپسیں لائبریری سے منسلک رہے۔

مولوی معین الدین کے متعدد علمی مضامین ماہنامہ برہان دہلی میں چھپ چکے ہیں انہیں اسلامی اوزان کی تحقیق کا خبط تھا اور وہ ہر وقت اسی دھن میں لگے رہتے تھے۔ وہ بھارت کے مختلف علاقوں سے طلبہ کے ذریعے جو منگواتے اور انہیں تول کر جمع تفریق کرتے رہتے۔ موصوف کہا کرتے تھے کہ مختلف علاقوں کے جو مختلف وزن کے ہوتے ہیں اس لئے یہ کہنا کہ آٹھ جو ایک رتی کے ہوتے ہیں، درست نہیں

مولوی معین الدین مرحوم کہا کرتے تھے کہ علماء کرام کے ہاں ساڑھے سات تولے سونے پر زکوٰۃ واجب ہے لیکن ان کے نزدیک سونے کا نصاب ایک حساب سے تین تولے اور سات ماشے اور دوسرے حساب سے تین تولے اور ڈیڑھ ماشہ ہے۔ علمائے کرام کے نزدیک چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے ہے اور مولوی صاحب کے ہاں چھپیں تولے چاندی پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اسی طرح صدقہ فطر کے بارے میں ان کی یہ رائے تھی کہ علمائے احناف کے نزدیک پونے دو سیر گندم بطور صدقہ دینی چاہئے لیکن ان کے حساب سے صرف تیرہ چھٹانک۔ مولوی صاحب نے راقم الحروف کو بتایا کہ علمائے کرام جس وزن کے مطابق حساب کرتے ہیں وہ آج مروج نہیں ہیں اور موجودہ اوزان کے

مطابق ان کا نصاب صحیح ہے۔ مولوی صاحب کو اپنے اس اجتہاد پر اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اس معاملہ میں ہر کسی سے الجھ پڑتے تھے۔ ۱۹۷۰ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد دونوں ملکوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے اور عوام کی آمد و رفت نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔ میں ۱۹۷۴ء میں علی گڈھ گیا تو ان سے بھی ملا میں نے ان سے پوچھا "مولانا اوزان کے بارے میں علمائے کرام کے ساتھ آپ کا سمجھوتہ ہو گیا ہے یا نہیں" انہوں نے سرد آہ بھرتے ہوئے فرمایا۔ "کہاں صاحب"

مولوی معین الدین کی زندگی کا بیشتر حصہ حبیب گنج میں مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی کے ساتھ گذرا تھا۔ میں نے ان کے بارے میں ان سے چند سوال کئے تو مولوی صاحب فرمانے لگے کہ ایک بار مولانا ابوالکلام آزاد نے گوری چنبیلی (وہائٹ جیسمین ٹی) بھیجی۔ تو نواب صاحب نے انہیں نماز مغرب کے بعد خلاف معمول طلب فرمایا اور اپنے ساتھ چائے نوشی کا شرف بخشا۔ مولوی صاحب نے چلنے کی چسکی لے کر یہ مصرع موزوں کیا۔

بادہ نوشیم بیاد آزاد

نواب صاحب نے فوراً یہ گرہ لگائی

گشت مے خانہ زیادش آباد

مولوی صاحب فرمانے لگے کہ انہیں رات بھر خلش سی رہی اور اگلی صبح انہوں نے یہ ابیات موزوں کیں۔

غنچہ نسرین دہنش چوں کشاد   گشت میخانہ زبویش آباد

گرچہ دوریم زسرو سیمیں   بادہ نوشیم بیاد آزاد

مولوی صاحب نے ایک ہی بیت میں "سرو" اور "آزاد" باندھ کر نواب صاحب سے داد لینا چاہی تو انہوں نے دوسرے بیت میں یہ اصلاح دی۔

گرچہ دوریم زذات والاش   بادہ نوشیم بیاد آزاد

سرمد کا یہ شعر زبان زد خلائق ہے۔

شورے شد و از خواب عدم چشم کشودیم   دیدم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم

مولوی معین الدین نے اس کا اردو میں یوں ترجمہ کیا ہے۔

ہستی میں عدم کی جو مچا شور کھلی آنکھ   دیکھا کہ شب فتنہ ہے باقی تو لگی آنکھ

مولوی صاحب فارسی میں شعر کہہ لیتے تھے ان کی ایک غزل پیش خدمت ہے۔

گر شاہ ملک خوبان رنجہ کند قدم را   پیشش نذر بسازم ہر دو عرب عجم را

در دفتر غریباں چوں من بسے نوشتہ   بر نام من کشیدی بہر چرا قلم را

دیدم نہ در کتابی خواندم نہ در نصابی   آموختی زکہ خس داری روا ستم را

لطفت مرا یکی بس این دم کہ وقت آخر — چنداں کہ بہ حریفاں ہر دم کنی کرم را
درچشم من رقیباں ریزند خاک کویت — زین کحل ہم بہ بینم راز نہاں صنم را
صدہا کشم مصائب اماخوشم ہنوز — کفرست نزد رنداں تقرّب ہمّ و غم را
داند کہ در طریقش جرم ست عہد ایفا — اما بہ ایں تمنا گیرم نہ راہ عدم را

بادے بساز ہر دم و زنکتہ چیں خموشی
گر بایدت معیّنا حاصل کنی ارم را

مولوی صاحب کے ایک برادر نسبتی اپنے حلقۂ احباب میں چھدّو کے عرف سے متعارف تھے ان کی وفات پر مولوی صاحب نے ان کی یہ تاریخ کہی۔

اونتیس تھی ستمبر شوال دس جمعہ کو — دریائے غم بہا نا قسمت میں تھا ضروری
سالِ وفات چھدّو دونوں معیّن کہہ د — کچی لحد پہ تارے اور رحمت غفوری

کچی لحد پہ تارے (نقطے) لگانے سے لحد پڑھا جائے گا اور کچی لحد سے ہجری سن وفات ۱۳۶۹ھ برآمد ہوگا اور رحمت غفوری سے شمسی سال وفات ۱۹۵۰ء نکلے گا۔

نواب حبیب الرحمٰن شروانی کی عمر قمری حساب سے چھیاسی برس اور شمسی حساب سے چوراسی برس تھی۔ مولوی معین الدین نے حزم فقیہا ستا وثمانین — اور — اوحد بحذافیر اربع وثمانین سے مادۂ تاریخ نکالا ہے۔

۱۹۵۰ء — ۱۳۶۹ھ

مولوی معین الدین مرحوم نے وقائع عبدالقادر خانی کا "العلم و العمل" کے عنوان سے اردو میں ترجمہ کیا تھا جو کراچی سے دو جلدوں میں شائع ہو چکا تھا۔

مولوی صاحب نے راقم الحروف کو بتایا کہ ایک روز نماز مغرب کے بعد نواب صاحب نے خلاف معمول طلب فرمایا ان کے جاتے ہی نواب صاحب کھڑے ہو گئے۔ اور فرمانے لگے "میری کرسی پر بیٹھ جائیے" مولوی صاحب ہچکچائے تو نواب صاحب نے فرمایا "میں حکم دیتا ہوں" مولوی صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔ نواب صاحب نے فرمایا اگر اس حالت میں نیند آجائے تو وضو رہے گا یا نہیں؟ مولوی صاحب نے نفی میں جواب دیا۔ تو نواب صاحب فرمانے لگے۔ "پھر تو بہت سی عشاء کی نمازیں ضائع ہو گئیں"

مولوی صاحب گھر چلے گئے۔ اگلی صبح نماز اشراق کے بعد نواب صاحب نے دوبارہ مسئلہ وہی دریافت کیا مولوی صاحب کے دل میں معاً یہ خیال آیا کہ نواب صاحب تو کرسی پر بیٹھ کر تسبیح پڑھا کرتے ہیں۔ اور غنودگی کے عالم میں اگر تسبیح ہاتھ سے گر جاتی ہے تو فوراً ہوشیار ہو کر تسبیح اٹھا لیتے ہیں۔ مولوی صاحب نے عرض کیا

کہ اسے نوم کی بجائے نعاس کہنا چاہئے۔ اور نعاس سے وضو نہیں ہوتا۔ نواب صاحب اس جواب پر بے حد خوش ہوئے۔ مولوی صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور سجدۂ شکر بجالائے۔

اللہ بخشے مولوی صاحب ایک باغ و بہار شخصیت تھے۔

مولانا آزاد لائبریری میں ایک بار داخل ہو جائیں تو باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا۔ ایسے ایسے نادر مخطوطات لائبریری میں محفوظ ہیں جن کا دوسرا نسخہ اور کہیں موجود نہیں ہے۔

مولانا فضل اللہ بن روزبہان اصفہانی (متوفی ۱۵۲۱ء) شمس الدین السخاوی اور جلال الدین دوانی کے شاگرد تھے۔ ان کی ایک تصنیف "رسالہ در حقیقت و انواع حدیث قدسی" کا واحد مخطوطہ صرف مولانا آزاد لائبریری میں موجود ہے۔ راقم الحروف نے بنا ئیدا یزدی اسے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا ہے۔ حضرت شاہ عالم بخاری احمد آبادیؒ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین جہانگشت کے پڑپوتے اور سلطان محمود بیگڑھ والی گجرات کے سوتیلے والد تھے۔ ان کے ملفوظات رفیق العارفین المعروف بہ کلمات شاہیہ کا اور کوئی نسخہ میرے علم میں نہیں ہے۔ راقم الحروف نے اس مخطوطہ سے استفادہ کرکے ماضی قریب میں ایک طویل مقالہ لکھا ہے جو مجلۂ "تاریخ و ثقافت" اسلام آباد میں شائع ہوا ہے۔

خواجہ باقی باللہ دہلوی کے فرزند ارجمند خواجہ عبیداللہ المعروف بہ خواجۂ کلاں کی ایک نادر تصنیف "مبلغ الرجال" کے صرف تین نسخے میرے علم میں ہیں جن میں سے ایک مولانا آزاد لائبریری میں ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے مرتب خطیب تبریزی کے استاد علامہ طیبی نے اپنے شاگرد رشید کی اس مایۂ ناز تصنیف کی جو شرح لکھی تھی وہ بھی اسی لائبریری میں دیکھنے میں آئی۔ لاہور میں سکندر لودھی کے عہد میں شیخ حسن کنجدگر المعروف بہ جستو تیلی نام کے ایک سہروردی بزرگ ہو گذرے ہیں۔ ان کا منظوم فارسی "تذکرہ" مصنفہ صورت سنگھ کمبوبھی صرف اسی لائبریری میں محفوظ ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے خلیفہ سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری کے ملفوظات سرور الصدور کا مکمل نسخہ مولانا آزاد لائبریری میں موجود ہے۔

کراچی میوزیم میں سرور الصدور کا ایک مخطوطہ محفوظ ہے لیکن وہ ناقص الطرفین ہے۔ سلطان محمد بن تغلق اور صوفی حمید الدین ناگوری کے پڑپوتے شیخ فتح اللہ کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی تھی وہ بھی اسی لائبریری میں محفوظ ہے۔ حضرت محمد غوث گوالیری کی ایک تصنیف دلپذیر اوراد غوثیہ بھی اسی عظیم لائبریری میں دیکھنے میں آئی۔ شطاری سلسلۂ تصوف کی تعلیمات کے بارے میں یہ تصنیف کبریت احمر کا حکم رکھتی ہے۔ راقم الحروف نے حضرت گوالیری کے جانشین شیخ وجیہہ الدین علوی گجراتی کے بارے میں ایک کتابچہ تحریر فرمایا تھا اس میں اوراد غوثیہ کے حوالے ہی سے شطاریوں کی تعلیمات کا ذکر کیا تھا۔

شرف الدین العطائی سلطان فیروز تغلق کے ہم عصر بزرگ تھے۔ انہوں نے فوائد فیروز شاہی کے عنوان سے ایک تصنیف اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ اس کے تین نسخے میرے علم میں ہیں جن میں سے ایک مولانا آزاد لائبریری میں ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیمؒ کو خواجہ باقی باللہ دہلویؒ کے فرزند ارجمند خواجہ عبداللہ المعروف بہ خواجہ خورد سے تلمذ تھا۔ خواجہ خورد کے ملفوظات کا اہم مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری میں موجود ہے۔

مخدوم شرف الدین بن یحییٰ منیری کے ملفوظات "معدن المعانی" کا ایک مخطوطہ اسی لائبریری میں میری نظر سے گذرا۔ اس عہد کے سیاسی، دینی اور سماجی حالات کا مطالعہ کرنے کے لئے اس تصنیف دلپذیر سے استفادہ کرنا بے حد ضروری ہے۔

حضرت کلیم اللہ شاہجہان آبادیؒ کے خلیفہ اور حضرت فخر الدین چشتیؒ کے والد بزرگوار حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کے ملفوظات "احسن الشمائل" کا مطالعہ کرنے کا موقعہ بھی اسی لائبریری میں ملا۔ یہ مخطوطہ شیفتہ کلکشن میں موجود ہے۔

شیخ وجیہہ الدین گجراتی احمد آبادی کے ملفوظات بھی اسی نادر لائبریری میں میرے مطالعہ میں آئے۔ میں نے ان سے خوب استفادہ کیا اور اپنا حاصل مطالعہ ایک کتابچہ کی شکل میں شائع کر دیا ہے۔

مخدوم شاہ مینا لکھنوی کے ملفوظات طبع ہو چکے ہیں لیکن اب کمیاب ہیں ان کی زیارت بھی مولانا آزاد لائبریری میں ہوئی۔ مخدوم جہانیاں کے خلفاء میں سے حضرت اخی جمشید راجگیریؒ بڑے نامور بزرگ ہوتے ہیں۔ ان کے ملفوظات کا مخطوطہ بھی اسی لائبریری میں نظر سے گذرا۔

اگر کوئی تاریخ دان برعظیم پاک و ہند میں مسلم دور کے سیاسی معتقدات، مذہبی رجحانات اور سماجی حالات کی صحیح تاریخ مرتب کرنا چاہے تو اس کے لئے اس لائبریری سے استفادہ کرنا بے حد ضروری ہے۔

لائبریری کا ایک بڑا کمرہ جواہر میوزیم کے نام سے معروف ہے۔ اس کمرے میں خطاطی کے بہترین نمونے نادر قلمی تصاویر اور دوسرے نوادرات نمائش کے لئے رکھے ہوتے ہیں۔ سر سید احمد خان کی تصانیف کے مسودات اور ان کے استعمال کی کئی چیزیں وہاں محفوظ ہیں۔

سر سید احمد خان کی رہائش گاہ جو ان کے اعلیٰ ذوق تعمیر اور رئیسانہ طرز زندگی کی غمازی کرتی تھی زمین بوس ہو چکی تھی۔ مقبوضہ کشمیر کے سابق وزیر اعلیٰ بخشی غلام محمد نے اپنی حکومت کی طرف سے اسے از سر نو پرانے نقشے کے مطابق بنوا دیا ہے۔ یہ عمارت سر سید ہاؤس کے نام سے موسوم ہے۔ سنا ہے کہ اب سر سید احمد خان کا ذاتی فرنیچر اور گھریلو سامان وہاں منتقل کر دیا گیا ہے۔

میں اپنے احباب سے یہ کہا کرتا ہوں کہ یہاں بیٹھ کر سرسید کے کام کا صحیح اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے۔ علی گڈھ جاکر دیکھئے تو پھر یہ معلوم ہوگا کہ سرسید احمد خان کیا کارنامہ انجام دے گئے ہیں ان کے مذہبی معتقدات کی آڑ لے کر ان کے پورے کام کی نفی کرنی صحیح نہیں ہے۔

اس زمانے میں یعنی آج سے ایک صدی قبل مسلمانوں کی جو مالی حالت تھی اس کا اندازہ سرسید ہال کے جنوب مشرقی گوشے میں واقع کنوئیں پر نصب شدہ پتھر کو دیکھ کر لگایا جا سکتا ہے۔ اس زمانے میں کنوئیں کی تعمیر پر چند صد روپے سے زیادہ رقم صرف نہیں ہوتی ہوگی۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب مزدور کو یومیہ مزدوری دو آنے اور معمار کو پانچ چھ آنے ملا کرتی تھی۔ ایک کنواں چالیس رؤسا نے مل کر تعمیر کروایا تھا۔ انتالیس رؤسا کے نام اور القاب اس پتھر پر کندہ کروانے کے بعد آخر میں سرسید احمد خان کا نام — وخادمہم احمد لکھا ہوا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اتنے بڑے پراجیکٹ کے لئے چندہ کی فراہمی میں کس قدر محنت کرنا ہوتی تھی۔ سرسید احمد خان نے پیسہ پیسہ جمع کر کے ایک عظیم الشان علمی ادارہ قائم کر دیا جو اب ایک بین الاقوامی یونیورسٹی بن گیا ہے۔ (باقی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ ارباب اختیار از ص ۲۳

ایک شخص جس کے ماتحت صرف چند نوکر یا اس کے اولاد ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔ کہ تم نے اپنی اولاد کو کیا سکھایا ہے۔ ان کی تربیت کس نہج پر کی ہے۔ آج کل تو ہم اپنی اولاد کے لئے دنیوی عیش خوشی کا تمام اور ہر قسم کا سامان و اسباب جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کو بہشتی زیور سے آراستہ نہیں کرتے۔ ان کو بہشتی زیور نہیں پہناتے۔ بہشتی زیور کے مسائل ان کو نہیں پڑھاتے جو کہ اخلاق صحیح عقائد و اعمال کا خزینہ ہے۔ اگر آئندہ کے لئے کانٹے بنیں تو آپ کے لئے کانٹے ہوں گے اور آپ کی گردن میں چبھیں گے۔ اور اگر ان کے اعمال و اخلاق نیک ہوں تو تمہاری عزت اس سے زیادہ ہوگی اور قیامت کے دن آپ کے سر پر تاج ہوگا۔

مثال کے طور پر ایک شخص کا لڑکا چوری کے کیس میں پکڑا گیا۔ تو وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے اور اس نے یہ جرم کیا ہے۔ چاہیے کہ اس کو سزا دی جائے تاکہ اور لوگ اس سے عبرت حاصل کریں مگر وہ اس بات کی ضرور کوشش کرتا ہے کہ اپنے بیٹے کو چھڑا دے اس کی ضمانت کرے حوالات سے نکال دے۔ سزا یاب نہ ہو۔ لیکن یہ کوشش نہیں کرتا کہ یہ تو دنیاوی چند روزہ سزا ہے۔ اور آخرت کی سزا اس سے کئی گنا زیادہ ہے اگر یہ احکام خداوندی کی مخالفت کرے تو خدا اس کو اپنی گرفت میں لے گا۔ اس کے مواخذہ سے خلاصی کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ بہر حال دعا فرماویں کہ اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے ہم سے دین کی خدمت لے۔ ہمارے حکمرانوں کو ہدایت فرما دے کہ وہ لوگوں کو صحیح راستے پر چلائیں۔ ان کو ظلم و ستم سے محفوظ رکھیں۔ اللہم احسن عاقبتنا فی الامور کلہا۔

دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر
شیشہ
خواجے کا
KGI
خواجے گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہِ پاکستان —— حسن ابدال
فیکٹری آفس : ۴۴۳، ای بلیک روڈ، صدر راولپنڈی
رجسٹرڈ آفس : ۳ - ایبٹ روڈ، لاہور
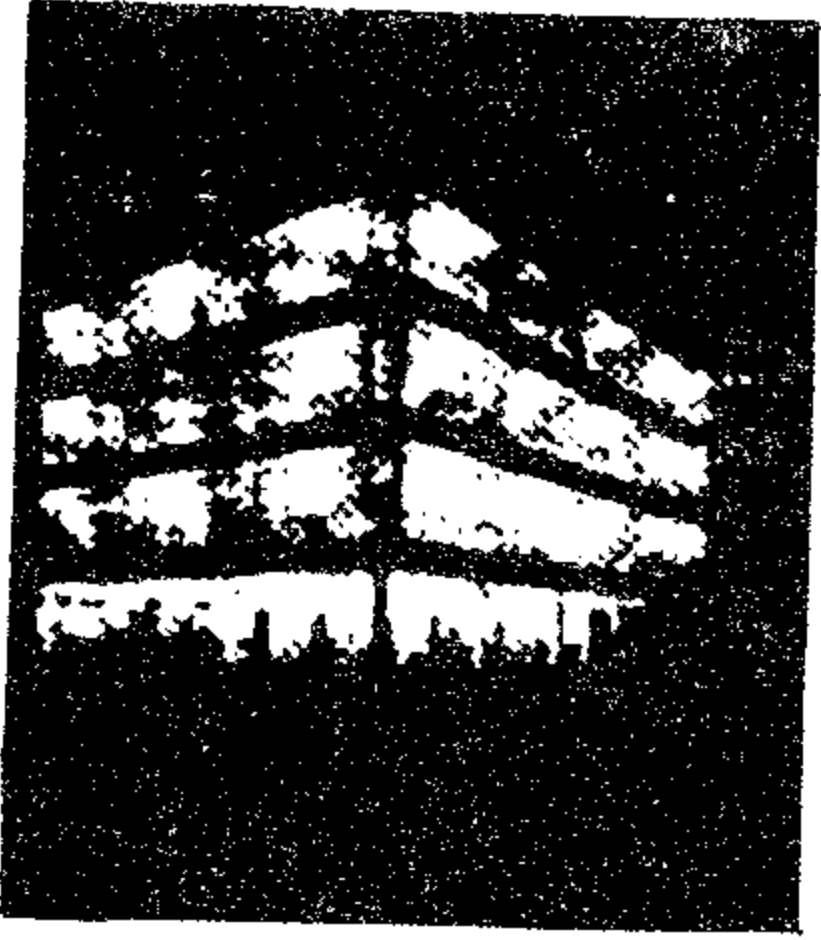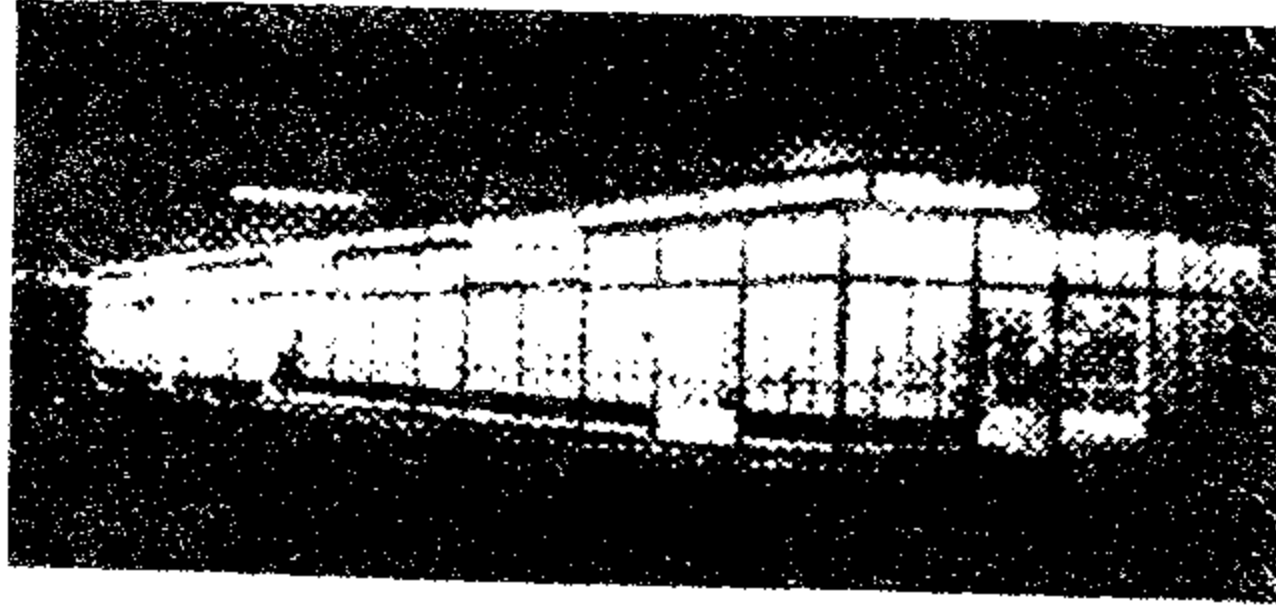
مولانا محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

عربی سے ترجمہ
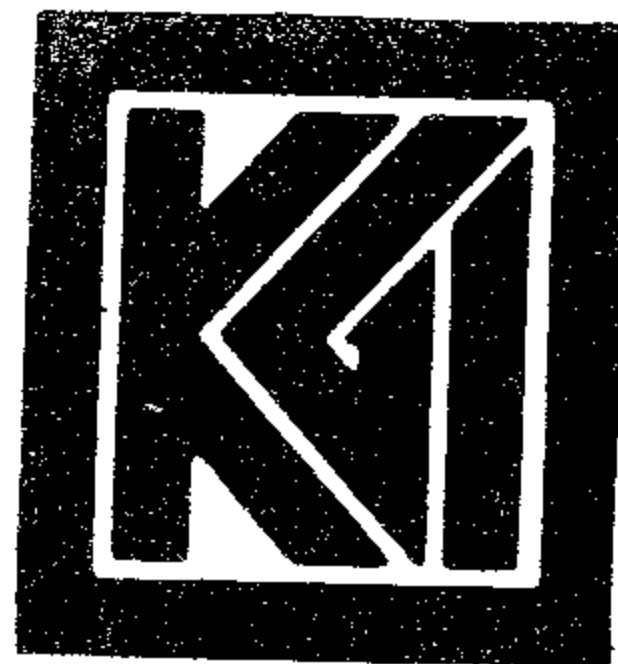
ایسی جنّت جو جہنم میں تبدیل ہو گئی

یہ اس قسمت کی ماری سرزمین کا قصہ ہے جسے ہمارے مشرق کے اہل ہوا و ہوس اور سادہ لوح انسان جنت ارضی تصور کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کا تقاضا نہ ہوتا

ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شیئ قدرا۔

اللہ تعالیٰ اپنا کام جس طرح چاہے پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کا ایک اندازہ اپنے علم میں مقرر کر رکھا ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی زمین کبھی ایسی پستی و گراوٹ، شہوت پرستی اور اخلاقی زوال کے دلدل کو اپنے لئے کبھی پسند نہ کرتی۔

وہ زمین امریکہ کی زمین ہے جس کا دوسرا نام بے چینی و اضطراب، بے کلی و اکتاہٹ ہے جس کا شیوہ خودغرضی و انانیت، حرص و لالچ ہے جس کا شعار خودکشی اور خود فراموشی ہے، جنون ہے، شراب نوشی کی کثرت اور جوئے کی گرم بازاری ہے۔ وہ امریکہ جہاں صلہ رحمی، قرابت داری اور خونی رشتوں کا کوئی سوال نہیں، جہاں انسانی جذبہ کا پاس و لحاظ نہیں۔ نہ وہاں سینوں میں پوشیدہ اس پاک و صاف محبت کی کارفرمائی ہے جو درد کا درماں، دکھ کے لئے سکھ، مشکلوں کے لئے آسانی، پریشانیوں کے لئے راحت، غموں کے لئے سکون پیدا کرتی ہے۔ اور اپنے نرم و گداز ہاتھوں دنیا بدل دیتی ہے۔

وہ امریکہ جہاں ماؤں اور سن رسیدہ عورتوں کی کوئی عزت نہیں، جہاں والد اور بوڑھے مردوں کی کوئی گنجائش نہیں، جہاں فقراء و مساکین کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو مال و دولت، طاقت و قوت کے سرچشمے سے خالی ہو چکے ہیں۔ اور امریکہ کے ان دونوں خود ساختہ خداؤں (مال و قوت) سے جدا ہو چکے ہیں۔

صرف یہ جسمانی و شہوانی قوت، قتل و غارت گری اور تہس نہس کر دینے کی طاقت کو ہی سب سے بڑا خدا جانتے ہیں اور اسی کے سامنے ہر امریکی کا سر جھکتا ہے۔ اگرچہ وہ ادب و عظمت کے ساتھ مسیحیت کا دعوے دار ہی

کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی انسان فطری طور پر یا غیر فطری طور پر، قوت و طاقت سے خالی ہو جائے تو وہ ایک امریکی کی نظر میں بے وقعت شے ہے۔ اور وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں۔ اور اس کی حیثیت خاندان میں۔ سوسائٹی اور قوم میں ایک بوجھ ہو کر رہ جاتی ہے۔ جو کسی قریبی فرصت میں اس سے دست بردار ہو جانا چاہتے ہیں۔ حکومت اس کو از کار رفتہ قرار دے دیتی ہے۔ قوم اس کو چھوڑ دیتی ہے۔ خاندان اس کے ساتھ ترش روئی اور قساوت قلبی سے پیش آتا ہے حتیٰ کہ اس کے بچے اور دل کے ٹکڑے بھی اس سے دب جاتے ہیں۔ اور اس کے خلاف بغاوت اور اس کے لئے موت کی تمنا کرنے لگتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات قتل ہی کر کے دم لیتے ہیں۔

ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ وہ بوڑھا ہو گیا ہے یا فقیر و مسکین ہے یا اس وجہ سے کہ وہ کسی ایسے مرض میں گرفتار ہے جس نے اس کو کھانے کمانے کا نہیں رکھا۔

یہاں تک کہ وہ مجاہدین وطن، سر دھڑ کی بازی لگانے والے جو وطن کی راہ میں کسی مصیبت میں مبتلا ہو کر معذور ہو جاتے ہیں بیوی و بیٹے بھی انہیں برداشت نہیں کرتے۔ نہ خاندان والے ہی انہیں قبول کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کی عیش پرستانہ زندگی میں حارج اور بغیر کسی محنت و کمائی کے ان کی زندگی میں شریک ہو رہے ہیں۔

اے مشرق والو! امریکی زندگی ویسی نہیں ہے جیسا کہ ہم اپنے کمزور و ناتوان، مال و دولت کے اعتبار سے تہی دامن ملک میں بیٹھ کر تصور کر رہے ہیں۔ اس کا سعادت نفسی اور راحت قلبی سے دور کا واسطہ نہیں۔ اس کا اس نے ایک دن بھی مزا نہیں چکھا۔ امریکیوں نے اس کو جنت ارضی میں تبدیل کرنا چاہا وہ ان کے لئے جہنم زار بن گئی۔ انہوں نے مکمل آزادی اور پوری چھوٹ دینی چاہی۔ لیکن یہ غلامانہ زندگی اور قید خانہ میں تبدیل ہو گئی۔

امریکہ کا قصہ اپنے اندر مختلف پہلو رکھتا ہے، میں اس آزاد مشربی کی زندگی جو ہر قید و بند سے دور ہو کی مشکلات کا تفصیلی ذکر نہیں کروں گا۔ اور ان چلتے پھرتے جمادات و پرزے جنہیں آدمی کہا جاتا ہے۔ یا شفاخانے جو پاگلوں سے پٹے پڑے ہیں۔ یا ناچ و گانوں کی عریاں محفلوں کا ذکر کرنا نہیں ہے اور ان کا ستاروں پر کمندیں ڈالنے اور ان سے قابو میں کرنے کا تذکرہ بھی مقصود نہیں۔ اور نہ یہ بتانا مقصود ہے کہ عورت کس طرح کھلونا بن کر رہ گئی ہے اور کس طرح وہ سراپا پاکیزہ انسانی اقدار سے خالی و عاری ہو چکی ہے۔ میں تو صرف اس قدر بتانا چاہتا ہوں کہ سن رسیدہ عورتوں اور بوڑھے مردوں کی امریکی سوسائٹی میں کیا قدر و قیمت ہے اور وہ کس نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

امریکہ والوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ ایک قسم کا عذاب ہے کہ اس نے ان کے دلوں سے باپ بیٹوں اور بیٹوں اور باپ، ماں بیٹیوں، اور بیٹیوں اور ماں کی آپس کی محبت و تعلق کو نکال لیا ہے۔ اس ملک پر ایک طائرانہ نظر ہی سے بدن کانپ جاتا ہے۔ اس منظر کی ہولناکی، گراوٹ و پستی جو امریکہ کی طبیعت ثانیہ بن گئی ہے۔ اور اسے ورثہ میں ملی ہے سے آدمی سراسیمہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت سوائے جلال خداوندی، قدرت الٰہی اور علم ربانی کے آگے خاموش کھڑے

رہنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔

ولنذیقنھم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون (سجدہ ۲۱)

اور ہم ان کو قریب کا (یعنی دنیا میں آنے والا) عذاب بھی اس بڑے عذاب سے پہلے چکھا دیں گے تاکہ یہ لوگ باز آئیں۔

امریکی سوسائٹی میں بوڑھے اور بوڑھیاں قدر و منزلت کے اعتبار سے ہر مخلوق سے زیادہ ذلیل و خوار ہیں۔ حتیٰ کہ کتے اور بلیوں سے بھی گئے گذرے ہیں۔ اکرام اور ادب تو دور کی بات ہے۔ امریکی خاندان تو ایسے لوگوں کو سخت عذاب تصور کرتا ہے۔ ان کو تو عام زندگی میں شریک کرنا اور روز کے لگے بندھے نظام میں بھی ان کی شرکت گوارا نہیں۔ امریکی لوگ جانوروں (خاص طور پر اپنے کتوں) پر جو روپیہ خرچ کرتے ہیں اس کا کچھ حصہ بھی ایسے بوڑھوں کی دیکھ بھال اور ان کے ساتھ سلوک کے لئے کافی ہے۔ لیکن یہاں مال کا مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ مسئلہ اندرونی جذبہ کا ہے۔ دل کا ہے۔ وہ دل جس کے راستوں کو قساوت، نفع پرستی، خودغرضی اور مادہ پرستی نے بند کر دیا ہے۔ جہاں سے پاکیزہ جذبات، مقدس مقاصد، اعلیٰ اقدار اور بلند خیالات راہ پاتے ہیں۔ وہ دل جس کی نشو و نما کتے اور سور کی سوسائٹی اور معاشرہ میں ہوئی جس کا خمیر انہیں کتوں کی محبت پر اٹھا ہے۔ اور پھر ان میں محبت و الفت کے ایسے گہرے رشتے قائم ہو گئے ہیں جو عقل سلیم اور قیاس و گمان کی حدوں کو پار کر گئے ہیں۔ وہ اپنے کتوں کے لئے بھاری بھاری رقموں کی وصیت کرتے ہیں۔ اور بوڑھوں کو انہی کے گھروں میں چین کی زندگی نصیب نہیں۔ اور صرف اس گناہ کی پاداش میں کہ محنت و کمائی سے وہ مجبور اور صحت و جوانی کھو چکے ہیں اور اپنے (باعزت و شریف) صاحب زادوں کے دست نگر ہو گئے ہیں۔ یہ اس گری ہوئی پست سوسائٹی کا ایسا شرمناک اور تاریک پہلو ہے جس پر ہمارا مشرق ریجھا ہوا ہے۔ اور اسے آزاد سوسائٹی اور ترقی یافتہ ملک کے القاب سے یاد کرتا ہے۔ اور پھر اسے دیکھنے کی تمنا اور وہاں کی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کی آرزو اگرچہ عمر میں ایک ہی مرتبہ نصیب ہو جائے ان کے اندر انگڑائی لیتی رہتی ہے۔

اس سلسلہ میں مشہور و معروف اخبار لائف کی شہادت کافی ہے۔ جو حقیقت حال سے نقاب کشائی کرتے ہوئے سن رسیدہ لوگوں کے لئے بڑھاپے کی مشکل" کے عنوان سے یوں تحریر کرتا ہے۔ اس وقت امریکہ ایک ایسی نازک اور پیچیدہ مشکل میں گرفتار ہے جس کا حل ناممکن نظر آتا ہے۔ اور وہ سن رسیدہ مردوں و عورتوں کی مشکل ہے۔ اس لئے کہ ان کی تعداد ۱۷ ملین تک پہنچ گئی ہے۔ ان میں بیشتر ۶۵ سال کے قریب ہیں۔ اور انہیں حق رائے دہندگی بھی حاصل ہے ان میں سے بعض حضرات نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ انہیں طبی سہولتیں حکومت مفت مہیا کرے۔ لیکن ڈاکٹر بورڈ نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی ہے۔ اس طرح اس پریشانی کا شکار انگلینڈ۔ سویڈن۔ ڈنمارک جرمن اور جاپان بھی ہیں۔ اس مشکل و پریشانی کا نام Oldage Problem اور اس کے تدارک کی مختلف تدبیریں کی جا رہی ہیں ان میں سے ایک Nursing Homes کا قیام بھی ہے۔

اخبار نے بعض ایسے فوٹو بھی شائع کئے ہیں جن سے حالات کی ابتری اور سنگینی کا پتہ چلتا ہے ۔ اس نے Mental Institutions کی ایک تصویر شائع کی ہے ۔ جس میں چند اونگھائی ہوئی سر برہنہ عورتیں غم و افسوس کے عالم میں اپنے گھٹنوں پر سر ڈالے ، کاندھوں پر بال بکھرائے بیٹھی ہیں ۔ اور ان کے قریب چند عورتیں ہیں جو اپنی روزانہ کی ریاضتی مشقیں کر رہی ہیں ۔

ایک بڑھیا کی بھی تصویر ہے جو بستر پر پڑی ، فضا میں گم سم اور کھوئی ہوئی ہے ۔ اور اس کے پاس کوئی غم خوار نہیں ۔

ایک دوسری عورت کی تصویر جو تقریباً ستر سال کے قریب ہوگی ، شائع کی ہے ۔ وہ تنہائی کی وحشت اور عزلت گزینی کی ہولناکی کی تاب نہ لاکر توازن عقل کھو بیٹھی ہے ۔ اس کے پہلو میں ایک ماہر نفسیات بیٹھا اس عورت سے اسی سلسلہ میں سوالات کر رہا ہے ۔

ایک تیسری تصویر Oldage Homes (بوڑھوں کی اقامت گاہیں) کی ہیں جس میں چند بوڑھے مختلف کاموں میں مشغول ہیں ۔ یا صحیح لفظوں میں وہ اپنی موت کے منتظر ہیں ۔ وہ حسرت و یاس کے مارے ، غم و اندوہ میں ڈوبے ، درد و کرب سے بے چین ہو کر مختلف کاموں میں لگے ہیں اور اس طرح وہ اپنے غم غلط کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں ۔

یہ اس انسانی گندگی اور بشری آلودگی کے دلدل و کیچڑ کی صحیح اور زندہ تصویر ہے ۔ جہاں صرف سکہ چلتا ہے گھٹیا جذبات کا ۔ جہاں فرماں روائی ہے صرف خواہشات نفسانی کی ، جہاں بولی سمجھی جاتی ہے صرف نہایت پست جذبات اور جسد فانی کی ۔

کیا یہی تہذیب و ثقافت ہے ؟ کیا یہی علم معرفت ہے ؟ کیا یہ وہی انوکھی فطرت ہے ۔ جس تک ہماری رسائی نہیں ؟ ہرگز نہیں ۔ یہ تو آخرت میں ہونے والے عذاب کا پیش خیمہ ہے ، دنیاوی عذاب ہے یہ تو قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہے ۔

نسوا الله فانساهم انفسهم (حشر ۱۹)

انہوں نے اللہ (کے احکام) سے بے پروائی کی تو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے ان کو بے پروا بنا دیا ۔

یہ اکتاہٹ اور کبیدہ خاطری ہے ۔ گھٹن اور بے راہ روی ہے ۔ جس کا نام ہم نے اپنے مشرق میں ، حریت پسندی آزاد ملک ، آزاد معاشرہ ، طبیعت و فطرت اور فن رکھ لیا ہے ۔

یہ ناامیدی کے کڑوے گھونٹ ، حد سے زیادہ فارغ البالی ، انتہا سے زیادہ بے راہ روی ، اور انارکی آخری درجہ کی گراوٹ و گمراہی ، اسی کو ہم نے یہاں وجودیت ، انقلاب اور ترقی کا نام دے دیا ہے اور نہ جانے ان جیسے

ناموں اور نعروں کی کتنی طویل فہرست ہے جو امریکہ و فرانس سے منسلک ہیں۔ جن پہ ہمارے نوجوان اوبا۔ اس طرح نچھاور ہو رہے ہیں۔ اور ان کا ایسا دم بھر رہے ہیں کہ جیسے وہ وحی خداوندی یا خوان آسمانی ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے باغی و سرکش بندوں کو صرف قلع قمع کر دینے والی آندھیوں، تہس نہس کر دینے والے طوفانوں ہی سے نہیں ہلاک کرتا بلکہ بسا اوقات ان کی آسائش و سامان راحت اور بیوی بچوں کو ان کے لئے درد سر اور عذاب جان بنا دیتا ہے۔ اور مال و دولت دے کر بھی شقاوت و بدبختی لکھ دیتا ہے۔

سنستدرجھم من حیث لا یعلمون و املی لھم ان کیدی متین ۵ (قلم ۴۴، ۴۵)

ہم ان کو بتدریج جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں اور (دنیا میں عذاب نازل کرنے سے) ان کو مہلت دیتا ہوں، بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

ذرا اس تابناک روشن پہلو پر بھی نظر ڈالتے جائیے جس پر مثالی اسلامی معاشرہ قائم ہے۔

وقضٰی ربك الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانًا اما یبلغن عندك الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولًا کریمًا واخفض لھما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرًا۔ ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین ، فانه کان للاوابین غفورًا (بنی اسرائیل ۲۳ تا ۲۵)

اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو کبھی اف بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا، اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔ اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا انہوں نے مجھے پالا، پرورش کیا ہے۔ تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے اگر تم سعادت مند ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے۔

بقیہ تبصرۂ کتب از ص ۶۳

میں مصروف کار ہیں۔ چھوٹے بچوں کو ایک با مقصد مجوزہ اور معین نصاب میں چلانے کا خوب تجربہ رکھتے ہیں جس کی ایک جھلک ان کی زیر تبصرہ کتاب "آسان مدنی نماز" ہے۔ جو بچوں کے ذہن کو سامنے رکھ کر سادہ اور آسان ترین اردو زبان میں لکھی گئی ہے۔ مصنف کا اس میدان میں یہ پہلا قدم ہے۔ اور نقش اول ہے۔ جو ہر لحاظ سے حوصلہ افزائی کا مستحق ہے۔ دارالعلوم کو ان سے اس سے بڑھ کر توقعات وابستہ ہیں۔

(عبدالقیوم حقانی)
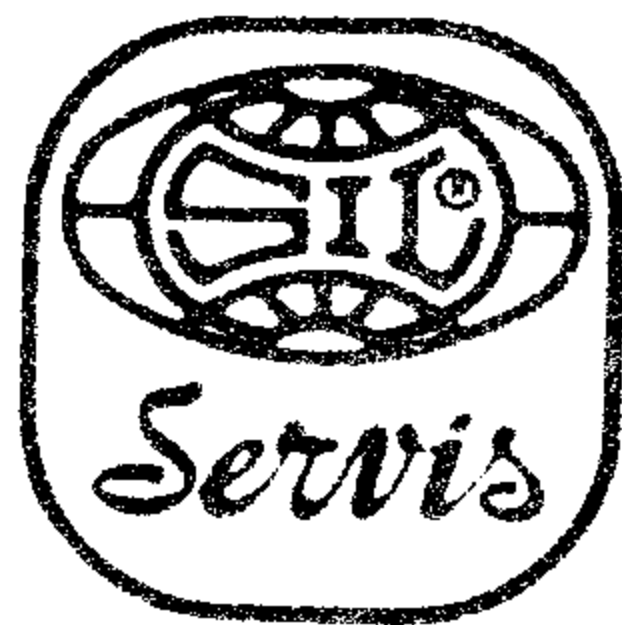
اطلاع نیلام عام

مندرجہ ذیل پرانی گاڑیاں - ٹریکٹرز اور مشینری "جیسے ہیں اور جہاں ہیں" کی بنیاد پر مورخہ ۱۷/۴/۸۳
بوقت ۱۰ بجے دن نیلام کی جائیں گی۔

قسم گاڑی مشینری	تعداد	قسم گاڑی - مشینری	تعداد	قسم گاڑی مشینری	تعداد
۱- لینڈ روور	۲	۸- ٹریڈر	۱	۱۵- پلو	۱
۲- پک اپ	۲	۹- گرین سپارٹر	۱	۱۶- کارن شیلر	۱
۳- ٹرک فارگو	۱	۱۰- پلیٹ فارم سکیل	۱	۱۷- ٹریکٹر کیس	۱
۴- ٹریکٹرز مختلف	۸	۱۱- ٹیلر	۱	۱۸- فارم ٹلائیر	۱
۵- ٹریکٹر سلیوری مشین	۱	۱۲- سیڈ پلانٹر	۱	۱۹- پاور ٹیک پولی	۱
۶- ہیررز	۳	۱۳- سیڈ ڈرل	۱	۲۰- ٹریلر	۱
۷- سیڈ کلینر	۲	۱۴- ویٹ تھریشر	۱	۲۱- کلٹیو میٹر	۱

مذکورہ مشینری دفتری اوقات کے دوران سیریل کراپس ریسرچ انسٹیٹیوٹ پیرسباق نوشہرہ میں معائنہ کی جا سکتی ہیں۔ کامیاب بولی دہندہ کے لئے ضروری ہوگا کہ بولی کی ایک چوتھائی رقم زیر دستخطی کے کیشئیر کے ساتھ جمع کرائی جائے اور باقی تین چوتھائی رقم تین یوم کے اندر اندر مشینری ہٹائے جانے سے پہلے جمع کرانی ہوگی۔ نیز کامیاب بولی دہندہ کو منظور شدہ بولی کی رقم کا تین فیصد بطور انکم ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ زیر دستخطی کسی بھی بولی کو منظور۔ مسترد یا نیلام کی نوٹس میں توسیع یا دوبارہ نیلام کرنے کا مجاز ہوگا۔

محمد صدیق
ڈائریکٹر سیریل کراپس ریسرچ
انسٹیٹیوٹ پیرسباق نوشہرہ۔

INF(P) 727

اشتہار برائے نیلامی

میوہ جات باغ گالف کورس کبل برائے سال ۱۹۸۳ء

ہر خاص و عام کو بذریعہ اشتہار مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ میوہ جات باغ گالف کورس کبل برائے سال ۱۹۸۳ء کی نیلامی بتاریخ ۴ ۵/۸۳ بوقت ۱۰ بجے صبح بمقام دفتر ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع سوات مینگورہ قرار پائی ہے۔ نیلامی ڈپٹی کمشنر صاحب سوات کی زیر نگرانی ہوگی۔ جس کی حتمی منظوری جناب کمشنر صاحب ملاکنڈ ڈویژن دیں گے۔ فی الحال اجارے کی میعاد ایک سال ہوگی۔ جو کہ ٹھیکیدار کے حسن کارکردگی اور درختان کی نگہداشت کی صورت میں نئے شرائط پر اگلے سال یا سالوں کے لئے قابل توسیع ہوگی۔

ہر بولی دہندہ کو مبلغ دس ہزار روپیہ ۰۰۰۰ا بطور زرضمانت اسسٹنٹ کمشنر سوات کے پاس جمع کرانے ہوں گے۔ ناکام بولی دہندگان کو زرضمانت کی رقم موقع پر واپس کی جائے گی۔ جب کہ کامیاب بولی دہندگان کا زرضمانت بطور پیشگی رقم اجارہ میں مجرہ کیا جائے گا۔ بولی کی رقم کی چوتھائی حصہ نیلام منظور ہونے کے فوراً بعد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔ عدم داخلہ کے صورت میں بحساب ۵۰/٪ روپیہ یومیہ ارجانہ ادا کرے گا۔ ڈپٹی کمشنر سوات کو اختیار ہے۔ کہ وہ کسی بھی بولی کو وجہ بتائے بغیر ٹنڈر مسترد کر دے۔

تفصیل درختان میوہ ذیل ہیں۔

نمبر شمار	اقسام میوہ	تعداد	درختان اندازاً		کیفیت
۱	لوکاٹ	۲۰۷	″	″	
۲	اخروٹ	۶۷۰	″	″	
۳	خربانی	۳۰	″	″	
۴	ناشپاتی	۱۴۲۵	″	″	
۵	املوک	۷۴	″	″	
۶	بادام	۱۵۴۰	″	″	
۷	شفتالو	۴۵	″	″	
۸	الوچہ	۱۲۸۰	″	″	
۹	سیب	۱۲۰۱	″	″	

ڈپٹی کمشنر سوات
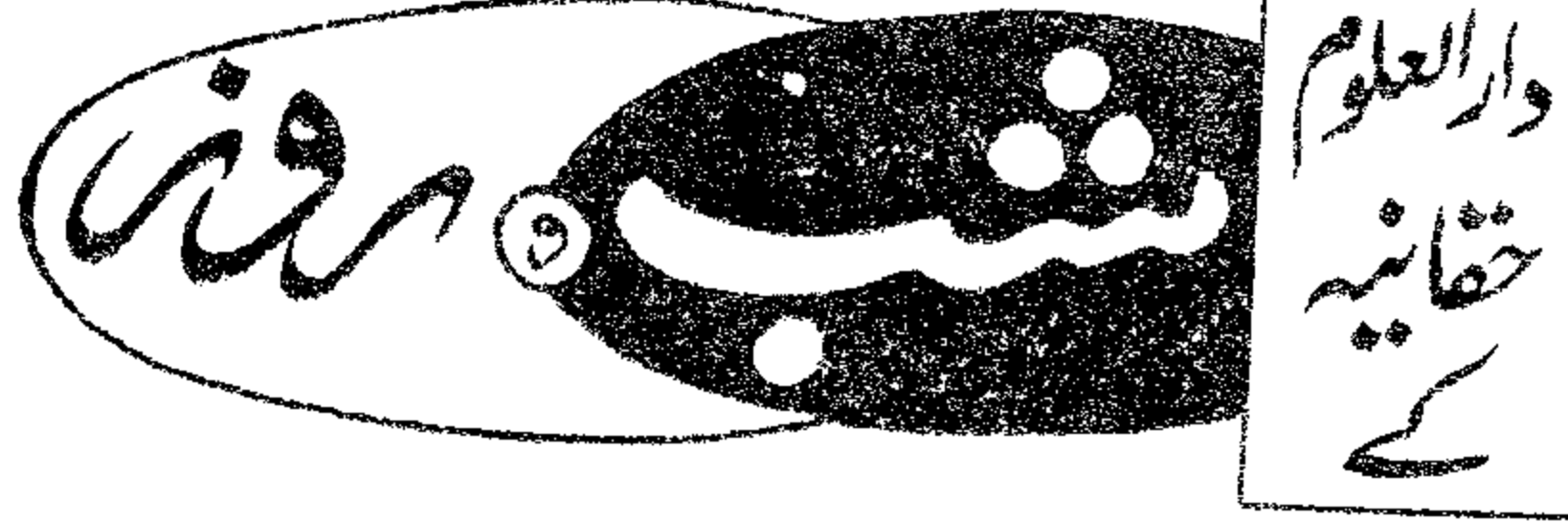
سعودی عرب کے شیخ عبداللہ الزائد کی آمد گذشتہ سال کی طرح اب بھی ۲۶ اپریل کو سعودی عرب کے ممتاز عالم شیخ عبداللہ بن الزائد سابق وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی حال مدرس اعلیٰ جامعۃ الامام الریاض پاکستان کے دینی مدارس کے معائنہ اور دینی و تعلیمی روابط کی غرض سے تشریف لائے۔ ان کی آمد کی اطلاع پہلے سے دارالعلوم حقانیہ پہنچ چکی تھی۔ ۲۵ اپریل کو ۴ بجے جب آپ اسلام آباد ائرپورٹ پر اترے تو دارالعلوم کی طرف سے مولانا سمیع الحق صاحب ان کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ مدینہ یونیورسٹی کے استاد شیخ عبدالقوی، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف فیصل آباد، مولانا میاں فضل حق صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ دارالعلوم کے طلبہ و اساتذہ اور ماڈل سکول تعلیم القرآن کے طلبہ نے دارالعلوم سے باہر پرشگاف نعروں سے ان کا زبردست استقبال کیا، معزز مہمانوں کو دفتر اہتمام میں لایا گیا جہاں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ تشریف فرما تھے اور ان کی آمد کے منتظر تھے، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ باوجود ضعف اور نقاہت کے دو آدمیوں کے سہارے کھڑے ہوئے اور آگے بڑھ کر ان کا خیر مقدم کیا اور چائے سے ان کی تواضع فرمائی۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور معزز مہمانوں کے درمیان کافی دیر تک گفتگو ہوئی چونکہ مملکت سعودیہ کے پاکستان اور اس کے علمی و تعلیمی سرگرمیوں میں دلچسپی اور دونوں ممالک کے آپس میں گہرے روابط پر روشنی پڑتی ہے اس لئے اس کی ایک جھلک نذر قارئین ہے۔

شیخ عبداللہ الزائد نے آپ کو فرمایا کہ ہمیں آپ (شیخ الحدیث مدظلہ) کی زیارت و ملاقات کی دیرینہ آرزو تھی، بحمداللہ کہ آج ہم دوبارہ اس شرف عظیم سے فائز المرام ہوئے۔ جلالۃ الملک الفہد فرمانروائے سعودی عرب نے مجھے آپ کی خدمت میں تحیہ و سلام عرض کرنے کی تاکید کی تھی وہ آپ کے دینی مساعی اور خدمت اسلام کی شبانہ روز جد و جہد سے بے حد مسرور ہیں اور خوب متعارف ہیں اور آپ کی صحت و عافیت مزید علمی و عملی اور روحانی ترقیات کیلئے دعا گو تھے۔

جواباً حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے شاہ فہد کے نام سلام اور ایک پیغام عرض کیا تو فرمایا میں شاہ کو

آپ کا پیغام پہنچانا اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں ۔ نیز حضرت شیخ الحدیث سے دریافتِ صحت پر فرمایا : اس وقت آپ کے وسیع قومی تعلیمی اور اسلامی خدمات کے پیشِ نظر تمام عالمِ اسلام بالخصوص اہلِ پاکستان پر لازم ہے کہ وہ آپ کی تندرستی اور صحت کے لئے دعا کرتے رہیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی ، اور خدمتِ دین کے لئے آپ کے عظیم مساعی میں مزید برکتیں نازل فرمادے ۔

اسی دوران جب احقر نے حقائق السنن شرح اردو جامع السنن (حضرت شیخ الحدیث کے آمالئ ترمذی) کا کتابت شدہ کچھ مسودہ پیش کیا تو معزز مہمان اور ان کے رفقاء کے چہروں پر حد درجہ بشاشت اور فرحت و انبساط کے آثار ہویدا ہوئے ۔ **متفرق** مقامات سے متن ، عنوانات اور حواشی دیکھ کر حد درجہ مسرّت کا اظہار فرمایا اور اسکی تکمیل کی دعا کی نیز مشتاقانہ طور پر جلد اس کو عربی میں ڈھالنے کی خواہش کا اظہار کیا ۔

ادھر دارالحدیث کا وسیع ہال ، دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ سے کھچا کھچ بھر چکا تھا جہاں معزز مہمان نے خطاب کرنا تھا ۔ شیخ عبد اللہ الزائد جب حضرت شیخ الحدیث کی معیت میں دارالحدیث میں داخل ہوئے تو ہال نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھا ۔ دارالعلوم کے استاذ شعبۂ حفظ قاری محمد سلیمان صاحب کی تلاوتِ کلامِ پاک سے اجلاس کی کارروائی کا آغاز ہوا ۔

جناب مولانا سمیع الحق صاحب نے معزز مہمانوں کا پرجوش خیر مقدم کیا اور اجمالی تعارف کے بعد مولانا عبد الرحیم اشرف (فیصل آباد) کو تقریر کی دعوت دی ان کی مختصر تقریر کا ایک اقتباس یہ ہے :

"ابھی یہاں بیٹھے بیٹھے مجھے یہ احساس ہوا کہ شیخ عبد اللہ الزائد کے دورہ کا آغاز اور اس کی پہلی تقریب دارالعلوم حقانیہ سے شروع ہونے کی وجہ یہ ہے ۔ کہ شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جن بیشمار نعمتوں سے نوازا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اس جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے طلباء نہ صرف میدانِ تعلیم میں عظیم ترین سعادتوں سے بہرہ ور ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر جہادِ افغانستان میں بھی بنفسِ نفیس شریک اور مصروفِ کار ہیں یہ ادارہ اس وجہ سے بہت زیادہ افتخار کا مستحق ہے کہ اس کے تربیت یافتہ بزرگوں اور نوجوانوں نے جہادِ افغانستان میں نہ صرف حصّہ لیا بلکہ بہت سوں نے خلعتِ شہادت بھی حاصل کی ہے ۔ جب یہ لفظ سامنے آیا تو مجھے یہاں سے آغاز میں ایک عجیب سی حلاوت اور لذت محسوس ہوئی ۔

اس کے بعد احقر نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ اور دارالعلوم کی جانب سے کلماتِ ترحیب پیش کئے اور دارالعلوم کا اجمالی تعارف کرایا ۔ شیخ عبد القوی کے مختصر خطاب کے بعد شیخ عبد اللہ الزائد نے مفصل تقریر

کی جو آئندہ شمارے میں شائع کر دی جائے گی

تقریب ختم ہوئی تو معزز مہمانوں نے جناب مولانا سمیع الحق صاحب کی رہنمائی میں دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کتب خانہ، دفتر الحق، دارالتصنیف، موتمر المصنفین کا معائنہ کیا۔ موتمر کی مطبوعات میں آپ نے "قادیان سے اسرائیل تک" نامی کتاب میں بڑی دلچسپی ظاہر کی اور مولانا سمیع الحق سے خواہش ظاہر کی کہ اس کا عربی میں ترجمہ کرایا جائے اور عرب ممالک میں پھیلایا جائے۔

اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ہمراہ مولانا سمیع الحق کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے جہاں آپ نے ظہرانہ میں شرکت کی۔ یہاں سے فراغت کے بعد معزز مہمانوں کو دارالحفظ والتجوید میں لایا گیا، دارالحفظ کے طلبہ نے پرشگاف نعرہ ہائے تکبیر سے ان کا استقبال کیا۔ شیخ عبداللہ الزائد نے یہاں بھی ایک ایک طالب علم سے ہاتھ ملایا جب شیخ کو قاری محمد عبداللہ صاحب کے تعارف سے یہ معلوم ہوا کہ دارالحفظ کے اکثر طلبہ کے والدین یا تو مہاجر ہیں اور یا جہاد افغانستان میں شہید ہو چکے ہیں۔ بعض طلباء ایسے بھی ہیں جو مسلمانوں کے قدیم علمی مراکز سمرقند و بخارا سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض امام بخاری کے موطن خرتنگ سے تعلق رکھتے ہیں تو حد درجہ متاثر ہوئے اور طلبہ کی تعلیمی صلاحیت، قرأت و تجوید اور عربی کے مکالمے ہمہ تن انہماک اور زبردست اشتیاق سے سنے۔

جب ۹ سال کے ایک طالب علم نے فصیح عربی اور معصومانہ لہجے میں شیخ کی خدمت میں دارالحفظ کے طلبہ کی طرف سے فصیح عربی میں استقبالیہ کلمات کہے تو شیخ عبداللہ الزائد کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور فرمایا:

انا لا نستطیع ان نتکلم مثل ھذا

طلبہ کے عربی مکالموں، اور ایک طالب علم کا خطبۂ حجۃ الوداع کے ایک حصہ کا پڑھنا اور ایک کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت فاطمہؓ کے درد انگیز کلمات نے تمام حاضرین کو حیرت میں ڈال دیا اور قلوب میں رقت تھی، چشم پرنم تھے۔

بعد میں شیخ محترم پشاور تشریف لے گئے مولانا سمیع الحق صاحب بھی پشاور و چارسدہ اتمان زئی کے بعض پروگراموں میں آپ کے ساتھ رہے۔

افسران کا سہ روزہ تربیتی کورس | ۲۳ تا ۲۵ اپریل تک پشاور کی رورل اکیڈمی میں زیر تربیت ملک کے چاروں صوبوں سے بڑے بڑے افسران کا ایک گروپ اپنے سہ روزہ اسلامی تعلیمات کے پروگرام پر دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تھے۔ تینوں روز حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس حدیث میں شریک رہے، اس کے علاوہ حضرت مولانا زاہد الحسینی صاحب مدظلہ اور دارالعلوم کے اساتذہ مفتی غلام الرحمن، مولانا انوار الحق، قاری

محمد عبداللہ اور احقر مختلف موضوعات پر ان کو لیکچر دیتے رہے ۔ پروگرام کے اختتام پر گروپ کے چیئرمین جناب مقبول حسین صاحب نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ : حضرت شیخ الحدیث کے درس حدیث اور دارالعلوم کے اساتذہ کے لیکچرز سے ہمیں پہلی بار یہ محسوس ہوا کہ اللہ کے نام اور دین کے کام میں بڑی تاثیر ہے ۔ اور اسلام کے ہمہ گیر نظام عدل کے مقابلہ میں دنیا کے تمام نظامہائے سلطنت ہیچ ہیں ۔

وارِدین | ۲۴ / اپریل — جہادِ افغانستان کی مرکزی قیادت کے رہنما جناب مولانا فضل علی صاحب مجددی اور جبہہ نجات ملی کے سربراہ جناب مولانا صبغۃ اللہ مجددی کے صاحبزادے الدکتور ذبیح اللہ مجددی ، مجاہدین کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ۔ دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ملاقات کی ۔ جہادِ افغانستان کی موجودہ صورتحال اور دیگر کئی اہم امور پر تبادلۂ خیال کیا ۔

۲۸/ اپریل — پاکستان کے سابق وزیر تجارت اور مشرقی پاکستان کے سابق گورنر جناب خان غلام فاروق خان صاحب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ۔ حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات کی اور بعض اہم امور پر تبادلۂ خیال کیا ۔ کیا ۔

متفرقات

۲۱/ اپریل کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے موضع شیدو کے دارالعلوم ربانیہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی اور دعا فرمائی ۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے اس مقام کی مناسبت سے جہاد سید احمد شہیدؒ پر روشنی ڈالی ۔ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ جہاد افغانستان عین کفر اور ایمان کی جنگ ہے ● ۲۵/ اپریل کو مولانا سمیع الحق وفاقی شرعی عدالت کی طرف سے مولانا مفتی ولی حسن اور مولانا محمد ادریس میرٹھی صدر وفاق وغیرہ پر دائر کردہ مقدمہ کے سلسلہ میں اسلام آباد گئے عدالت کے اختتام تک عدالتی کارروائی کو دیکھا اسی روز شام کو آپ نے اسلام آباد ہوائی اڈہ پر سعودی عرب کے شیخ عبداللہ الزائد کا استقبال بھی کیا ● دارالعلوم کا تعلیمی سال اختتام پر ہے امتحانات کی تیاریاں ہر شعبہ میں زور و شور سے جاری ہیں ۔

جونیئر کمیشنڈ آفیسر خطیبوں کی ضرورت

پاکستان آرمی میں جونیئر کمیشنڈ
خطیبوں کی چند آسامیاں خالی ہیں جنہیں پُر کرنے کے لئے
مطلوبہ قابلیت کے مالک حضرات سے درخواستیں مطلوب ہیں۔

مطلوبہ قابلیت :-

(الف) حکومت پاکستان کے منظور شدہ کسی دینی مدرسہ سے درس نظامی میں فارغ یا فاضل کی سند۔
(ب) پاکستان کے کسی بورڈ سے میٹرک یا سیکنڈری اسکول سرٹیفکیٹ۔
ج۔ روزمرہ امور کے متعلق عربی بول چال میں مہارت اضافی قابلیت تصور کی جائے گی۔

عمر :- یکم جولائی ۱۹۸۳ء کو ۲۰ سے ۳۵ سال

عہدہ یا تنخواہ :-
ملازمت کے لیے منتخب امیدواروں کو نائب خطیب (نائب صوبیدار) کا عہدہ دیا جائے گا۔ فوجی وردی کے بجائے وہ منظور شدہ شہری لباس زیب تن کریں گے جو فوج کی طرف سے مفت مہیا کیا جائے گا۔ فوج کے جونیئر کمیشنڈ افسروں کی طرح انہیں اوپر والے رینک میں ترقی کی گنجائش ہوگی۔

الاؤنس و دیگر مراعات :-
وہ تمام الاؤنس و مراعات جو فوج کے متقابل جے سی او صاحبان کو حاصل ہیں، انہیں بھی حاصل ہوں گی مثلاً ذات کے لیے مفت راشن، مفت رہائش (جہاں موجود ہو) ورنہ کوارٹر الاؤنس، اپنے اور بیوی بچوں کے لیے مفت طبی سہولت، سفری مراعات، پنشن، گریجویٹی اور بیمہ کی مراعات وغیرہ وغیرہ۔

ملازمت کی جگہ :- پاکستان میں یا پاکستان سے باہر کسی بھی جگہ۔

تربیت :- منتخب امیدواروں کو فوجی زندگی سے روشناس کرانے کی خاطر خاص تربیت بھی دی جائے گی جو دو حصوں پر مشتمل ہوگی۔

طریق انتخاب :-

(الف)۔ امیدواروں کی سہولت کے مطابق مختلف مقامات پر ابتدائی امتحان اور انٹرویو جس کی اطلاع امیدواروں کو دے دی جائے گی۔
(ب)۔ طبی معائنہ۔
(ج)۔ آخری انتخاب جنرل ہیڈکوارٹرز، راولپنڈی میں ہوگا جس کے نتیجے کی اطلاع کامیاب امیدواروں کو دے دی جائے گی۔

درخواستوں کی آخری تاریخ :-
درخواستیں مجوزہ فارم پر شعبہ دینی تعلیمات آرمی ایجوکیشن ڈائریکٹریٹ، جی ایچ کیو (ایجوکیشن برانچ)، جنرل ہیڈکوارٹرز، راولپنڈی کو ۳۰ جون ۱۹۸۳ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔ درخواستوں کے فارم مذکورہ بالا شعبہ دینی تعلیمات سے مبلغ ۲ روپے کے ٹکٹ لگے ہوئے لفافے بھیج کر حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

فارم طلب کرتے وقت اپنی قابلیت اور سند الفراغ کے بارے میں پوری معلومات لکھیں تاکہ فارم ضائع نہ ہوں۔

PID - (ISLAMABAD) Advt No - 4712/11

آپکو بہترین معیار کی جستجو ہے تو آپکا موزوں ترین انتخاب، بے مثال لنن اور انمول پاپلین

بے مثال، لنن اور انمول، پاپلین، دیدہ زیب، دیرپا، اعلےٰ معیار اور نفاست میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ان کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں۔

- پولی ایسٹر اور ریان سے تیار شدہ
- سکڑنے سے محفوظ (Evaset)
- مرسرائزڈ، آب و تاب
- شکنوں سے مبرا
- واش این ویئر (دھلائی آسان، استری سے بے نیاز)
- دیرپا فنش
- ہر گز پر تیارکنندگان کی مہر
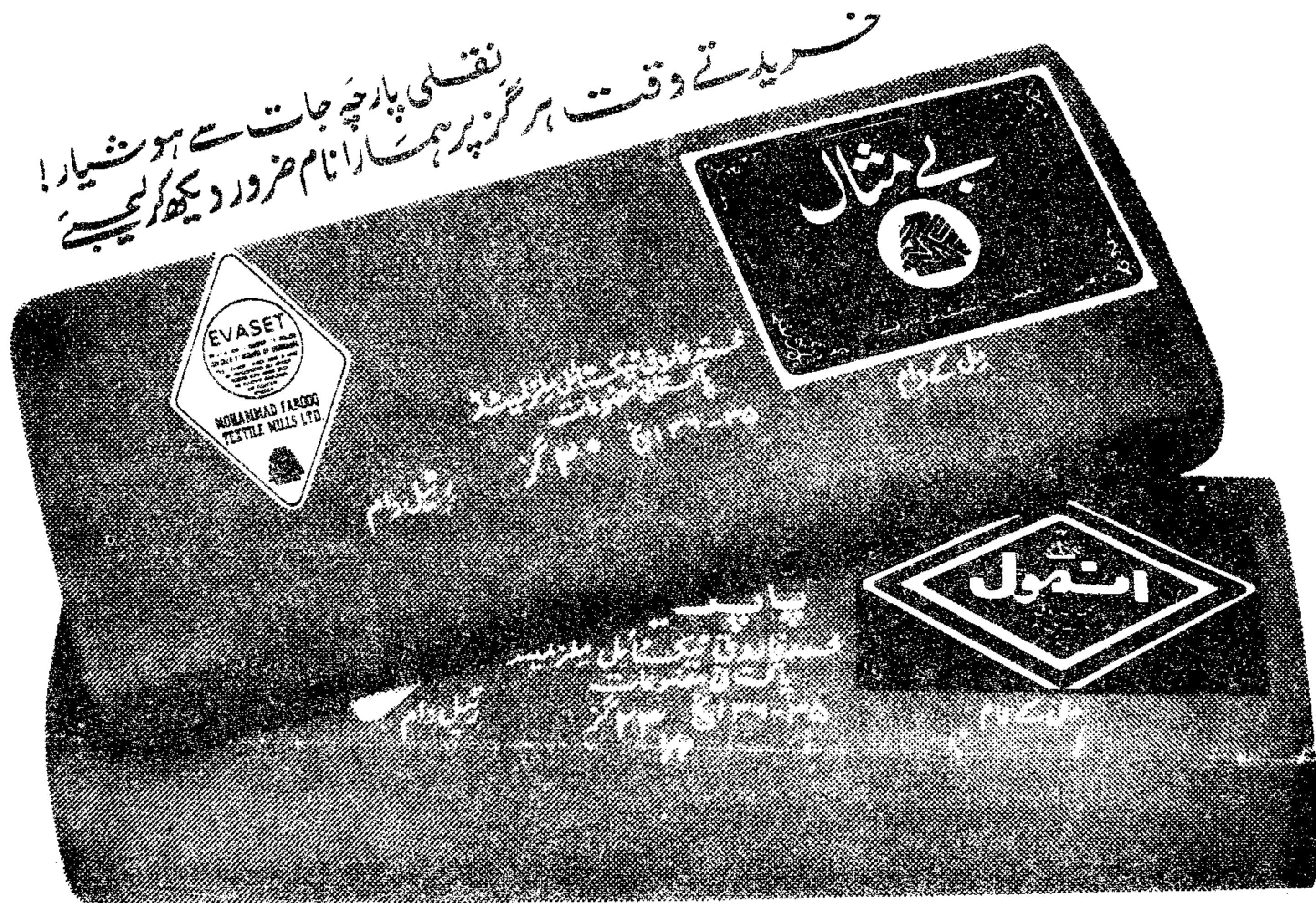
آپکے ذوق کیلئے۔ آپ کی زیبائش کیلئے
محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
فیصل ہاؤس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی۔

MFTM - 6 - 75 ASIATIC

تعارف و تبصرۂ کتب

ادارہ

حیاتِ صوفیہ از مولانا محمد ادریس انصاری - صفحات ۷۹۲ - قیمت ۸۰/- روپے
پتہ :- ادارہ تبلیغ اسلام - صادق آباد - پاکستان -

مولانا عبدالرحمٰن جامی نے شیخ ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمیؒ کی عربی کتاب "طبقات الصوفیہ" کو اپنے مرید خاص امیر نظام الدین کی استدعا پر مروجہ فارسی زبان میں لکھا اور اس کا نام نفحات الانس من حضرات القدس تجویز کیا جس میں ۶۱۸ مشاہیر صوفیہ اور علمائے ربانی کا تذکرہ ہے اور آخر میں امت مرحومہ کی مایہ ناز ۳۳ خواتین کا تذکرہ لکھا ہے جو عرفانی منزلوں میں مردوں کے مقام پر پہنچی ہوئی تھیں ان کے تذکرہ سے پہلے یہ اشعار لکھ دئے گئے ہیں ؎

ولو کان النساء کمن ذکرنا
لفضلت النساء علی الرجال

فلا التانیث لاسم الشمس عیب
ولا التذکیر فخر للھلال

مولانا جامی نے تمام سلاسل کے مشائخ کے تذکرہ کے ضمن میں ان کے اذواق و مواجید ان کے افکار عارفانہ اور حکیمانہ اقوال، ان کے حکایات و واقعات، تہذیب نفس کے مختلف مراحل توبہ ورع زہد فقر صبر توکل رضا و تسلیم وغیرہ کو اس کتاب میں "دریا بہ کوزہ اندر" کے مصداق بڑے احسن طریقہ سے سمو دیا ہے مولانا محمد ادریس انصاری پوری امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں جن کی زبردست کاوش سے علوم و معرفت کا یہ بیش بہا خزانہ "حیات صوفیہ" کے نام سے آسان سلیس اور شگفتہ اردو میں ڈھل کر عام لکھے پڑھے ہوئے انسانوں کیلئے بھی بے حد نافع ہو گیا ہے۔ کتابت، کاغذ اور خوبصورت جلد بندی ہر لحاظ سے معیاری اور دیدہ زیب ہے۔ مگر کہیں کہیں کاتب کی فنکاری سے متن اور حاشیہ مخلوط ہو کر رہ گیا ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۹ کا حاشیہ ۲ صفحہ ۲۰ کے متن کے وسط میں لکھ دیا گیا ہے۔ وامثالھا کثیر۔ امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا تدارک کر دیا جائے گا۔

(عبدالقیوم حقانی)

آسان مدنی نماز مترجم از قاری محمد سلیمان صاحب فاضل دارالعلوم حقانیہ۔ صفحات ۱۱۲ - قیمت ۵/- روپے۔ پتہ : مکتبہ عثمانیہ ایچ - ایم - سی ٹیکسلا ایچ - الف الف

قاری محمد سلیمان صاحب دارالعلوم حقانیہ کے نوجوان فاضل ہیں۔ کافی عرصہ سے قرآنی تعلیم و تدریس کی خدمت

بقیہ صفحہ ۵۳

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ
إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ وَاعْتَصِمُوا
بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا
O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.
PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED
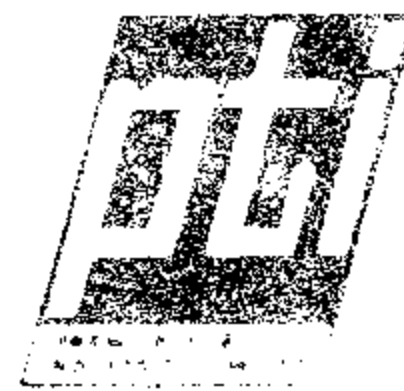
pti

اس کورس کے ذریعے میٹریکولیٹ ہونہار نوجوانوں کے لئے موقع فراہم کیا جاتا ہے کہ وہ پاکستان کی بری فوج میں افسر بن سکیں۔

۱- اہلیت کی شرائط

(الف) قومیت: ۱- پاکستانی شہری مرد
۲- آزاد کشمیر کے باشندے اور درجہ اوّل پاکستانی باشندے۔

(ب) ازدواجی حیثیت: غیر شادی شدہ

(ج) عمر: (۳۰ ستمبر ۱۹۸۳ء کو)
۱- سویلین: ۱۵ سے ۱۸ سال
۲- افواج پاکستان کے ملازموں کے لئے ۱۷ سے ۲۰ سال

(د) تعلیم: ۱- سویلین: میٹرک (درجہ اوّل / دوم) یا اسکے مساوی
۲- افواج پاکستان کے ملازموں کے لئے: آرمی اسپیشل سرٹیفیکیٹ آف ایجوکیشن یا آرمڈ فورس میٹریکولیشن امتحان کا سرٹیفیکیٹ (درجہ اوّل / دوم)

۲- نااہلیت (جو اہل نہیں ہیں)

مندرجہ ذیل کو اس اسکیم میں درخواست دینے کا اہل نہیں سمجھا جائیگا۔

الف: ایسے نوجوان امیدوار جنکو آئی۔ایس۔ایس۔بی کی طرف سے دوبار مسترد یا نااہل قرار دیا گیا ہو۔

ب- وہ جنکو پاکستان افواج اپیل میڈیکل بورڈ نے جسمانی طور پر نااہل قرار دیا ہو۔

ج- وہ جنکو میڈیکل بورڈ / سی ایم بی نے جسمانی لحاظ سے دائمی طور پر نااہل قرار دیا ہو سوائے اسکے کہ افواج اپیل میڈیکل بورڈ نے انہیں اہل قرار دیا ہو۔

د- ایسے کیڈٹ جو بری افواج / بحریہ / فضائیہ کے تربیتی مرکزوں، یا کسی اکیڈمی سے ناقص کارکردگی یا تادیبی کاروائی کی وجہ سے واپس یا سبکدوش کئے جا چکے ہوں یا مستعفی ہو گئے ہوں۔

ہ- وہ جن کو پاکستانی افواج کی ملازمت یا سرکاری ملازمت سے برطرف یا خارج کیا جا چکا ہو۔

و- جو انٹرمیڈیٹ پاس کر چکے ہوں یا ایف اے/ایف ایس سی سال دوم میں تعلیم پا رہے ہوں۔

۳- ابتدائی انتخاب:

(الف) ایسے امیدواروں کو جو مندرجہ بالا شرطیں پوری کرتے ہوں چاہیئے کہ پشاور راولپنڈی، لاہور، ملتان، حیدرآباد، کراچی اور کوئٹہ میں واقع کسی فوجی بھرتی اور انتخاب کے مرکز میں ۱۶ اپریل ۱۹۸۳ء سے ۱۶ مئی ۱۹۸۳ء تک کسی روز صبح ۸ بجے خود آ جائیں۔

ب- جونیئر کیڈٹ اور پی۔ایم۔اے لانگ کورس کے لئے شمالی علاقوں کے امیدواروں کا انتخاب گلگت اور اسکردو میں مندرجہ ذیل پروگرام کے تحت ہوگا۔

۱- پبلک اسکول ۲۱ مئی سے ۲۷ مئی ۱۹۸۳ء
۲- گورنمنٹ کالج اسکردو ۲۸ مئی سے ۳۱ مئی ۱۹۸۳ء

ج- جونیئر کیڈٹ اسکیم میں دوبارہ شریک ہونے والے امیدواروں کیلئے جے سی ۱۵۔کورس کے ابتدائی مراحل سے گذرنے کی پابندی نہیں۔ ان امیدواروں کو فوجی بھرتی اور انتخاب کے مرکزوں میں صرف تحریری شہادت پیش کرنی ہوگی کہ وہ ISSB کے آگے اس سے قبل پیش ہو چکے ہیں اور ضروری گریڈ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ایسے امیدواروں کی درخواستیں متعلقہ فوجی بھرتی اور انتخاب کے مرکز میں وصول کی جائیں گی اور تکمیل ضابطہ کے بعد جی ایچ کیو۔پی۔اے ڈائریکٹوریٹ پی۔اے ۳ (بی) کو بھجوادی جائے گی۔

۴- مزید انتخاب:

(الف) فوجی بھرتی اور انتخاب کے مرکزوں میں منتخب ہونے والے امیدواروں کا طبی معائنہ ایک میڈیکل بورڈ کرے گا اور جو امیدوار جسمانی طور پر کامیاب قرار پائیں گے ISSB ان کا امتحان اور انٹرویو لے گا۔

(ب) آخری انتخاب جی ایچ کیو میں ہوگا۔

نوٹ:

۱ مندرجہ ذیل کاغذات اپنے ہمراہ لانا نہ بھولیئے:

(الف) کسی درجہ اوّل کے گزیٹڈ افسر سے تصدیق شدہ چار پاسپورٹ سائز تصاویر۔

(ب) اصل یا عارضی (پراویژنل) میٹرک سرٹیفیکیٹ۔

(ج) کیرکٹر سرٹیفیکیٹ ہیڈ ماسٹر / پرنسپل / درجہ اوّل کے گزیٹڈ افسر کا دیا ہوا۔

(د) شہریت کا سرٹیفکیٹ، اگر ۱۳ اپریل ۱۹۵۱ء کے بعد پاکستان ہجرت کی ہو۔

۲- افواج پاکستان کے ملازمین کو چاہیے کہ وہ فوجی بھرتی اور انتخاب کے مراکز سے اپنے دفتر کے ذریعہ رابطہ قائم کریں۔

پاکستان آرمی

بے لوث خدمت
بے خوف قیادت